بسم اللہ الرحمن الرحیم

ماہنامہ

انوار مدینہ

جلد : ۱۹	رجب ۱۴۳۲ھ / جون ۲۰۱۱ء	شمارہ : ٦

سیّد محمود میاں	سیّد مسعود میاں
مُدیر اعلیٰ	نائب مُدیر

بدلِ اشتراک	ترسیلِ زر و رابطہ کے لیے
پاکستان فی پرچہ ۱۷ روپے .... سالانہ ۲۰۰ روپے	دفتر ''انوارِ مدینہ'' نزد جامعہ مدنیہ کریم پارک راوی روڈ لاہور
سعودی عرب، متحدہ عرب امارات..... سالانہ ۷۵ ریال	اکاؤنٹ نمبر انوارِ مدینہ MCB (0954) 7914-2
بھارت، بنگلہ دیش .... سالانہ ۲۰ امریکی ڈالر	رابطہ نمبر: 042-37726702,03334249302
برطانیہ، افریقہ .... سالانہ ۲۰ ڈالر	جامعہ مدنیہ جدید : 042 - 35330311
اَمریکہ .... سالانہ ۲۵ ڈالر	خانقاہِ حامدیہ : 042 - 35330310
جامعہ مدنیہ جدید کا اِی میل ایڈریس	فون/فیکس : 042 - 37703662
E-mail: jmj786_56@hotmail.com	رہائش ''بیت الحمد'' : 042 - 36152120
fatwa_abdulwahid1@hotmail.com	موبائل : 0333 - 4249301

مولانا سیّد رشید میاں صاحب طابع و ناشر نے شرکت پرنٹنگ پریس لاہور سے چھپوا کر

دفتر ماہنامہ ''انوارِ مدینہ'' نزد جامعہ مدنیہ کریم پارک راوی روڈ لاہور سے شائع کیا

اس شمارے میں

حرفِ آغاز		۳
درسِ حدیث	حضرت اَقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحبؒ	۶
نفاذِ شریعت کا سیدھا راستہ	حضرت اَقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحبؒ	۱۷
اَنفاسِ قدسیہ	حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن صاحبؒ	۲۴
تربیتِ اَولاد	حضرت مولانا محمد اَشرف علی صاحب تھانویؒ	۲۸
حضرت اِمام حسن بن علی رضی اللہ عنہما	حضرت مولانا شاہ معین الدین صاحب ندویؒ	۳۳
حضرت مولانا قاری شریف احمد صاحبؒ	جناب مولانا حافظ تنویر احمد صاحب شریفی	۴۰
اِنسدادِ توہینِ رسالت قانون سے متعلق	جناب مولانا قاری محمد حنیف صاحب جالندھری	۴۶
شیخ الحدیث حضرت مفتی شمس الدین صاحبؒ	جناب مولانا محفوظ الرحمٰن صاحب شمسی	۵۴
دینی مسائل		۵۸
اخبار الجامعہ		۶۳

خوشخبری

آپ ماہنامہ اَنوارِ مدینہ اِنٹرنیٹ پر مندرجہ ذیل لنک پر بھی پڑھ سکتے ہیں

http://www.scribd.com/anwaremadina

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ اَمَّابَعْدُ!

وطن عزیز جن بحرانی حالات سے گزر رہا ہے وہ کسی پر مخفی نہیں ہیں گزشتہ ماہ ۲ مئی کو اَیبٹ آباد میں جو کچھ ہوا اُس پر تا حال اِتنا کچھ ایسے اَنداز میں لکھا جا چکا ہے کہ جس سے سلجھاؤ کی جگہ مزید اُلجھاؤ ہی بڑھتا چلا جا رہا ہے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تجزیہ نگاروں کو اُوپر سے ہدایات بھی اِسی قسم کی دی گئی ہیں کہ رنگ برنگ کی اِتنی بولیاں بولیں کہ پردہ ہی پڑا رہ جائے۔ نقار خانے کی اِس حالت نے مزاج ایسا مکدر کیا کہ کچھ لکھنے کی چاہت کے باوجود قلم ساتھ نہیں دے رہا۔

اَلبتہ اِتنی اُمید ہے کہ اگر خیر خواہانِ وطن بارگاہِ رب العزت میں دست بدعا رہے تو کوئی معجزہ وطن عزیز کی ڈوبتی نیا کو سنبھالا دے کر اِسلام اَور وطن دُشمنوں کے ناپاک عزائم کو خاک میں ملا دے بصورتِ دیگر خوفناک خانہ جنگی کی طرف بڑھتے حالات کے آگے کوئی بند نہ باندھ سکے گا۔ فی الوقت ہر چھوٹا اَور بڑا احتی کہ حکومتِ وقت بھی جلتی پر تیل کا کام اَنجام دے رہے ہیں خاص طور پر وزیر داخلہ رحمٰن ملک اِس کام میں پیش پیش ہیں اَور اَب تو ماشاء اللہ فتوے بھی جاری کرنا شروع کر دیے ہیں۔

۲۴ مئی کے قومی جرائد میں اپنا پہلا فتوی دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ :

''القاعدہ پاکستان کی دُشمن ہے طالبان کے حق میں بیان دینے والے مسلمان نہیں''

موصوف کو ''قُلْ ھُوَاللّٰہُ'' پڑھنی آئے یا نہ آئے مگر فتوی خوب داغا، ظاہر ہے جس کی نظر میں اَمریکی کفار پاکستان کے خیر خواہ ہوں اَور اُن کی غلامی کرنے والے پکے مومن ہوں تو وہ ایسے ہی فتوے نہ داغیں گے تو پھر اَور کیا کریں گے۔

وزیر اعظم اَور وزیر داخلہ موجودہ حالات میں جو بیانات دے رہے ہیں وہ نہایت غیر ذمہ دارانہ ہیں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ اَمریکی اَور اِسرائیلی اَیجنڈے پر عمل کررہے ہیں جس کے نتیجہ میں یہود و نصارٰی کے لیے ملک کے اَندر دُور تک کھلی جارحیت کی راہیں ہموار ہوجائیں گی۔

سانحہ ایبٹ آباد اَور اُس کے بعد ۲۳ رمئی کو کراچی بیس پر ہونے والے واقعات نے پاکستان کی تینوں مسلح اَفواج کی ملکی دفاع سے متعلق صلاحیت پر سوالیہ نشان لگادیا ہے اَور طویل مارشلاؤں کے برے نتائج سامنے آنا شروع ہوگئے ہیں۔

جمعیت علماء اِسلام کے نائب اَمیر دوم سینیٹر مولانا گل نصیب خان صاحب ۲۱ رمئی کو ہمارے یہاں تشریف لائے ہوئے تھے اُنہوں نے بتلایا کہ

> ''سانحہ اَیبٹ آباد کے فوراً بعد وہ اَور مولانا محمد خان صاحب شیرانی اَیبٹ آباد گئے اَور بلال ٹاؤن کے مکینوں سے ملاقاتیں کیں اہل محلّہ نے بتلایا کہ جس شب یہ کارروائی ہونی تھی اُسی شب مغرب بعد پاکستانی فوج کے اَفسران نے آکر ہر گھر کے دروازے پر کھٹکا کیا اَور ہمیں سختی سے ہدایت دی کہ آٹھ بجے کے بعد کوئی گھر سے مت نکلے رات کو اگر دھماکے اَور گولیاں چلیں تو آپ لوگ گھروں کے اَندر ہی رہیں اَور باہر ہرگز نہ نکلیں پھر رات کے آٹھ بجے کے بعد پورے علاقہ کا محاصرہ کرکے سیل کردیا گیا۔''

اہل علاقہ کے اِن بیانات سے اَدنی سمجھ رکھنے والا اِنسان بھی یہ سمجھ جائے گا کہ یہ بہت بڑا مذاق ہے جس کو اَمریکی سرکار کی سرپرستی میں اَنجام دے کر اپنے ہی ملک کے خلاف کثیر المقاصد محاذ کھولے گئے ہیں۔

اِن تلخ حقائق کی روشنی میں قطع نظر اِس کے کہ اُسامہ بن لادن زندہ ہیں یا شہید ہوچکے ہیں اِتنی بات پورے وثوق سے کہی جاسکتی ہے کہ اِس پتلی تماشہ کے وقت شہادت یا گرفتاری بالکل نہیں ہوئی بلکہ اِن کا اُس وقت وہاں موجود ہونا بھی سفید جھوٹ دِکھائی دیتا ہے۔

لہٰذا ''پاپی کی ناؤ منجدھار میں ڈوبتی ہے'' کے مصداق ملک وقوم کی رُسوائی کے سوا اِس کا حاصل کچھ نہ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ ہمارے حال پر رحم فرمائے۔

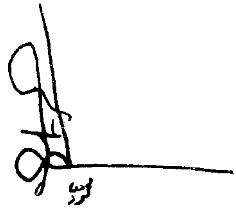

ختمِ بخاری شریف

اِنشاء اللہ ۴ رجون بروز ہفتہ صبح ۹ ربجے جامعہ مدنیہ جدید میں کراچی کے حضرت مولانا عبدالحلیم صاحب چشتی دامت برکاتہم العالیہ بخاری شریف کی آخری حدیث پر بیان فرمانے کے بعد اِختتامی دُعا فرمائیں گے۔ اِس موقع پر بڑے جلسہ کا اِنعقاد نہیں ہوگا حاضرین بغیر کسی دعوت کے اپنی خواہش کے مطابق شرکت فرما سکتے ہیں مشورہ میں یہی طے پایا ہے۔ (اِدارہ)

الداعی الی الخیر

سیّد محمود میاں غفرلہٗ و اَراکین و خدام جامعہ مدنیہ جدید

فون : 37726702 - 042 موبائل : 4249302 - 0333

نوٹ : خواتین زحمت نہ فرمائیں

مَولَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا — درسِ حدیث — عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّھِمِ

حضرتِ اقدس پیرو مرشد مولانا سید حامد میاں صاحبؒ کے مجلسِ ذکر کے بعد درسِ حدیث کا سلسلہ وار بیان ''خانقاہِ حامدیہ چشتیہ'' رائیونڈ روڈ لاہور کے زیرِ انتظام ماہنامہ ''انوارِ مدینہ'' کے ذریعہ ہر ماہ حضرت اقدسؒ کے مریدین اور عام مسلمانوں تک با قاعدہ پہنچایا جاتا ہے۔
اللہ تعالیٰ حضرت اقدسؒ کے اِس فیض کو تا قیامت جاری و مقبول فرمائے۔ (آمین)

قرآن یا حدیث کا نچوڑ منکرینِ حدیث کا طریقہ، علم و فضل عورتوں میں ہمیشہ رہا ہے
عورت کی گواہی مرد کے برابر ہونے سے سزاؤں کا تناسب بڑھ جائے گا
عورت کی نصف دیت میں مرد کا نقصان ہے عورت کا نہیں
اپنی طرف سے دین میں کمی بیشی ''بدعت'' کہلاتی ہے
اَذان کے شروع میں دُرُود کا اِضافہ شیعوں کی بدعت ہے، حدیث میں بعد میں پڑھنے کی تعلیم ہے

﴿ تخریج و تزئین : مولانا سیّد محمود میاں صاحب ﴾
(کیسٹ نمبر 65 سائیڈ B 1987 - 02 - 20)

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ اَمَّابَعْدُ !

جنابِ رسول اللہ ﷺ سے حضرتِ معاویہ رضی اللہ عنہ نے روایت کی ہے آپ نے اِرشاد فرمایا **لَایَزَالُ مِنْ اُمَّتِیْ اُمَّۃٌ قَائِمَۃٌ بِاَمْرِ اللّٰہِ** میری اُمت میں سے ایک جماعت اللہ تعالیٰ کے احکام کو قائم رکھتی رہے گی۔ تو اللہ تعالیٰ کے احکام چاہے کسی اُمت میں ہوں اُن پر چلنے والے کی مخالفت ہوتی ہے سنت پر چلنے والے کی مخالفت ہوتی ہے اَور وہ خود بھی مخالف ہوتا ہے دُوسروں کا جو سنت پر نہ چلیں اُن سے وہ اِختلاف کرتا ہے اُن کو تنبیہ کرتا ہے تو جو سنت پر نہیں چلتے لوگ وہ اُس کے خلاف ہو جاتے ہیں، کبھی کبھی وہ اچھی خاصی طاقت کے ہوتے ہیں جو سنت کی مخالفت کر رہے ہوتے ہیں۔

اپنی طرف سے دین میں اِضافہ اَور اُس کا نقصان :

سنت کی مخالفت کی ایک شکل یہ بھی ہے کہ دین میں کوئی چیز دین کے نام سے بڑھا دی جائے کہ یہ بھی دین ہے۔ اِس میں نقصان کیا ہے اِس میں نقصان یہ ہے کہ دین اَصلی شکل پر نہیں رہتا دین کی شکل بدل جاتی ہے اَور شکل بدلنے سے یہ ہوتا ہے کہ ایک چیز ایک شکل میں محبوب ہے اَور دُوسری شکل میں اللہ کو پسند نہیں تو لوگ ایسے کرتے ہیں کہ دین ہی سمجھ کر اُس میں بڑھا دیتے ہیں کہ اِس میں حرج کیا ہے ثواب ہی تو ہے یہ کہنا کہ حرج کیا ہے یہ غلط ہے حرج تو ہے دین کی اَصلی حالت پر اُس کو رکھنا قائم ، یہ ضروری ہے اگر اُس میں اپنی طرف سے ردّو بدل کرتے رہیں تو سمجھ لو دین بدل گیا۔

اَذان میں بدعت اَور اُس کا نقصان :

اِسی واسطے یہ اَذان سے پہلے جو کلمات ہیں دُرود شریف کے یا اَعوذ باللہ کے یہ دُرست نہیں ہیں کیونکہ اِس سے رفتہ رفتہ جو لوگ اَب پیدا ہوں گے اَب ہوش سنبھال رہے ہیں وہ عادی ہو جائیں گے اِس چیز کے اَور یہ سمجھنے لگیں گے کہ اَذان پوری ہوتی ہی یہ ہے ورنہ اَذان پوری نہیں ہوئی تو اِس (بری) بات کو اُنہوں نے اِس طرح شروع کیا کہ منع کہاں ہے اَور حرج کیا ہے۔ اَور حرج تو میں نے بتا دیا حرج تو یہ ہے کہ دین اَصلی شکل میں نہیں رہتا جبکہ دین کو اَصلی شکل میں رکھنا ضروری ہے۔

''حدیث کا نچوڑ'' منکرینِ حدیث کی غلط فہمی :

اگر آپ یہ کہیں کہ دین کی رُوح (اَور اَصل کشید کر کے) نکال لی جائے اَور سمجھ لیا جائے اُس کو (دین کا نچوڑ) تو (اِس طرح) دین کی رُوح نکال کے اَگر سمجھیں گے آپ تو اُس میں خطا کھائیں گے۔

یہ جتنے منکرینِ حدیث ہیں پرویزی ہیں یہ یہی کرتے ہیں کہ اِس حدیث کا عطر نچوڑ لو اِس آیت کا عطر نچوڑ لو کہ فلاں چیز کا مقصد یہ ہے تو اُس میں وہ بھٹکتے بھٹکتے بڑی دُور چلے جاتے ہیں۔ اُنہوں نے کہا کہ دیکھیں قرآن پاک میں آتا ہے کہ اَگر دو مرد نہ ہوں گواہ تو ایک مرد اَور دو عورتیں ہو جائیں وجہ اُس کی قرآن پاک میں ہے **اَنْ تَضِلَّ اِحْدٰاھُمَا فَتُذَکِّرَ اِحْدٰاھُمَا الْاُخْرٰی** اگر ایک غلط بات کرے تو دُوسری اُس کو یاد دِلا دے، اِس لیے ہے ایسے۔ اِنہوں نے جناب اُس کا نچوڑ نکالنا شروع کیا اِنہوں نے کہا نچوڑ یہ ہے اِس

کا کہ اُس وقت کیونکہ عورتیں پڑھی لکھی نہیں ہوتی تھیں عقل کامل نہیں ہوتی تھی اِس لیے ایسے فرمایا گیا اَب جب پڑھی لکھی عورتیں ہیں ایک مرد ہے جو اَن پڑھ ہے یا ایک ایسا ہے جس نے پرائمری تک پڑھا ہے میٹرک تک پڑھا ہے دُوسری عورت ہے جو پی ایچ ڈی ہے وہ تو اُسے برسوں پڑھا سکتی ہے مدتوں پڑھا سکتی ہے تو اُس جاہل آدمی کی عقل کو اَور اِس عورت کی عقل کو جو پی ایچ ڈی ہے برابر نہ کہنا غلط ہے تو قرآنِ پاک کا مطلب اُنہوں نے یہ نکالا کہ اُس وقت جب تک عورتیں کم پڑھی لکھی ہوتی تھیں اَب عورتیں بہت ہونے لگیں تو پھر مردوں کے برابر عورت کو قرار دینا چاہیے ایک مرد اَور ایک عورت کی گواہی کافی ہونی چاہیے۔

گواہی میں حوصلہ بھی چاہیے :

جبکہ حقیقتِ حال یہ نہیں ہے حقیقتِ حال یہ ہے کہ جو قرآنِ پاک نے بتلا دیا وہ صحیح ہے کیونکہ گواہی میں فقط حواس ہی کی ضرورت نہیں ہوتی، فقط علم کی ضرورت نہیں ہوتی اُس میں ہمت اَور حوصلے کی بھی ضرورت ہوتی ہے اللہ تعالیٰ نے ہمت اَور حوصلے کا وصف مردوں میں زیادہ رکھا ہے عورتوں میں کم ہے عورتوں پر جہاد فرض نہیں ہے کیونکہ یہ اُن کی برداشت سے باہر ہے تو گویا جس کے لیے اُن کو بنایا نہیں گیا وہ کام اُن سے لے رہے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ نے اِرشاد فرمایا تھا لٰکِنَّ اَفْضَلُ الْجِھَادِ الْحَجُّ اَوْ کَمَا قَالَ عَلَیْہِ السَّلَامُ تمہارے واسطے جہاد کا اَفضل ترین طریقہ حج ہے۔

دِن رات کی تمام نمازوں میں سب کی حاضری :

اَور پہلے حکم تھا آؤ سب مسجد میں نماز پڑھو بعد میں حکم ہو گیا رفتہ رفتہ کہ اَگر عورت گھر میں پڑھے تو زیادہ ثواب ہے اَور گھر میں بھی اگر کوٹھری میں پڑھے اپنی تو اَور زیادہ ثواب ہے فِیْ مِخْدَعِھَا پردے کی جگہ تو اَور زیادہ ثواب ہے۔ پہلے حکم یہ تھا کہ رات کے وقت بھی سب نمازوں میں آئیں رات کے وقت غنڈے کم ہوتے تھے وہ دَور اچھا دَور تھا اَب رات کے وقت دِن ہی کی طرح یا اُس سے بھی زیادہ ہوتے ہیں دَور بدل گیا ہے حکم بھی بدل جائے گا کوئی عورت جانا چاہتی ہے دن میں جائے رات کو گھر سے نکلے گی تنہا مسجد میں جائے گی وہ خطرے سے خالی نہیں ہے پہلے زمانے میں یہ بات نہیں تھی صحابۂ کرامؓ کے دَور میں یہ تھا کہ رات کو جا سکتی تھیں تاکہ کوئی پہچانے نہ وہاں صرف اِتنی سی بات تھی پہچان اَور نہ پہچان کی لیکن اَگر دِن میں گھر سے نکلی ہے تو خود بخود پتہ چل جائے گا کہ فلاں گھر کی عورت ہے، قد اُس کا یا جسم کی ساخت اُس کی یہ بتا دے

گی چال بتادے گی کہ یہ فلاں عورت ہے رات کو اِس میں کمی ہوتی ہے بہت اَور وہاں چراغ ہی تو تھے اَور چراغ تو سڑکوں پر ہوتے بھی نہیں کوئی بیٹری وغیرہ بھی نہیں تھی، سڑک پر چراغ جل نہیں سکتے تو کوئی عورت گھر سے اگر نکلی بھی ہے تو پتہ چلانا مشکل ہے اَور سردیوں میں تو مرد بھی کپڑا اَوڑھتے ہیں تو مرد بھی مشتبہ ہوسکتے ہیں اَور بدن بھاری نہ ہوتو پھر عورت کے برابر لگ سکتے ہیں مرد، تو کوئی پتہ نہیں چلتا تھا تو اِس واسطے اُس میں کوئی حرج نہیں سمجھا جاتا، اَب یہ ہے کہ رات کو بھی دن ہوتا ہے پوری روشنیاں ہیں جو دِن میں حال وہ رات کو تو اَب دن اَور رات ایک ہے۔

ناگواری کے باوجود منع نہیں فرمایا :

تو رسول اللہ ﷺ کے اِس فتوے کی وجہ سے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی بیوی کو منع نہیں کرتے تھے کہ چلی جائیں وہاں کیونکہ حدیث شریف میں آتا ہے کہ اِذَا اسْتَأْذَنَ امْرَأَةُ اَحَدِکُمْ جب تم میں سے کسی کی عورت اِجازت چاہے مسجد میں جا کر نماز پڑھنے کی تو فَلَا یَمْنَعْ اُسے منع نہ کرو مسجد میں جانے سے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ناگوار تھا یہ کہ میری بیوی باہر جائے، اُن کی بیوی سے کسی نے کہا کہ تم یہ کیا کرتی ہو تم تو جانتی ہو کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو یہ پسند نہیں اُنہوں نے کہا پسند نہیں ہے تو منع کیوں نہیں کرتے مجھے تو اُن کو حدیث سُنائی اُنہوں نے کہ منع نہ کرنے کی وجہ تو یہ اِرشاد ہے رسول اللہ ﷺ کا۔

حضرت عائشہؓ کی رائے، عورتوں کا مسجد میں آنا :

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اگر یہ پتہ چل جاتا کہ عورتوں میں کیا خرابی ہے اَب تو پھر عورتوں کو مسجد میں جانے سے روک دیا جاتا جیسے بنی اِسرائیل کی عورتوں کو روک دیا گیا۔ پوچھا گیا کہ بنی اسرائیل کی عورتوں کو روک دیا گیا تھا مسجدوں میں جانے سے؟ اُنہوں نے کہا کہ ہاں اَور رسول اللہ ﷺ اگر حیات ہوتے تو یہ حکم ہوجاتا۔ تو یہ پرویزی کہتے ہیں کہ کیونکہ اُس زمانے میں عورتیں پڑھی لکھی نہیں ہوتی تھیں سمجھ کم ہوتی تھی اِس واسطے ایسے ہے مگر یہ بات غلط ہے، عورتوں کی (دینی) معلومات ہمیشہ بہت رہی ہیں آخری دَور تک رہی ہیں اَور اَب بھی ہیں دین سے واقف اَور عالم عورتیں دُنیا میں موجود رہی ہیں اَور رہیں گی کیونکہ دین جو ہے وہ مردوں میں بھی رہے گا اَور عورتوں میں بھی رہے گا اَور دین بغیر علم کے ہو نہیں سکتا اَور علم عورتوں میں بھی رہے گا شروع سے یہی ہے۔

علم و فضل عورتوں میں ہمیشہ سے رہا ہے، حضرت عائشہؓ بحیثیتِ معلّمہ :

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پڑھتے تھے لوگ حدیثیں سنتے تھے حضرت اَسود کوفہ سے جاتے تھے سنتے تھے حدیث سوالات کرتے تھے جوابات دیتی تھیں ،عبداللہ ابن زُبیر جواُن کے بھتیجے ہیں وہ پوچھتے ہیں اَسود سے حضرت عائشہؓ کے بارے میں کَانَتْ تُسِرُّ اِلَیْکَ کَثِیْرًا آپ سے بہت سی باتیں راز کی وہ کرتی تھیں یعنی جو اَور شاگردوں کو نہ بتائی جاسکیں حدیثیں ، کیونکہ حدیثیں بتانے میں بھی درجہ بندی ہے کوئی چیز سمجھ میں جب آئے گی جب اہلیت ہو، اگر کوئی آدمی گنتی ہی نہیں جانتا سو تک صرف دس ہی تک جانتا ہے تو وہ بس ایسے ہی کہے گا کہ کتنی دہایاں ہوگئیں اِس سے حساب لگائے گا اَب اُس کو اَگلی چیز ضرب تفریق جمع تقسیم یہ چیزیں سمجھاؤ تو اُس کی سمجھ میں تو کچھ بھی نہیں آئے گا پہاڑے اُس کے سامنے چاہے سارے سُناڈالو اُس کی سمجھ میں کچھ نہیں آئے گا گنتی ہی اُسے نہیں آتی۔

تو اِس طرح سے درجہ بندی تعلیم میں ہمیشہ رہی ہے تو یہ بھی نہیں تھا کہ وہ سِرًا جو بات کرتی ہوں وہ چھپ کر کرتی ہوں مطلب یہ ہے کہ ہر شاگرد کے سامنے ہر شاگرد کو وہ جواب نہیں دیتی تھیں لیکن جو آپ کو جواب دیتی تھیں وہ مفصل دیتی تھیں تو فَمَا حَدَّثَتْکَ فِی الْکَعْبَۃِ کعبۃ اللہ کے بارے میں اُنہوں نے تمہیں کیا سُنایا ہے تو اُنہوں نے پھر وہ حدیث سنائی۔

باپردہ تعلیم دیا کرتی تھیں :

وہ حدیث عبداللہ ابن زبیرؓ نے بھی سنی عبداللہ ابن زبیر تو صحابی ہیں اَسود صحابی نہیں ہیں لیکن عالم بہت بڑے ہیں اَور بہت بڑے متقی تو یہ جتنا بھی کچھ تھا سب پس پردہ تھا اُنہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو بالکل نہیں دیکھا تھا حضرت عطاء ابن ابی رباح مکہ میں رہتے تھے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا حج کے لیے گئیں اُنہوں نے اپنے بچپن میں دیکھا ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو اَور بتاتے تھے میں نے دیکھا تو اُن کی جو قمیص تھی کرتہ جو تھا اُن کا وہ گلابی رنگ کا تھا اِتنا مجھے یاد ہے یعنی رنگین کپڑا پہننا عورتوں کے لیے (اِحرام کی حالت میں) منع نہیں ہے رنگین کپڑا پہن سکتی ہیں اَور سِلا ہوا کپڑا پہن سکتی ہیں کیونکہ جب وہ ہے دِرَع یعنی قمیص ہے قمیص کا مطلب ہے سِلا ہوا تو رنگین ہو اَور سِلا ہوا ہو یہ پہن سکتی ہیں تو بچپن میں اُنہوں نے دیکھا۔

اَور کس طرح طواف کرتی تھیں وہ اَور پردہ تھا یا نہیں تھا؟ کہا پردہ تھا اَور پردہ کیسے کرتی تھیں، اُنہوں

نے کہا اپنے خیمہ میں بس رہتی تھیں منہ تو ڈھکنا[1] منع ہے تو اِس کا مطلب یہ ہے کہ سب کے سامنے آتی ہوں گی اِحرام میں، وہ کہتے ہیں نہیں کسی نے بھی نہیں دیکھا پردہ اِس طرح رکھتی تھیں کہ منہ ڈھکے بغیر بڑا پردہ جو وہ ہو جائے۔ مسروق ایک تابعی ہیں جلیل القدر عالم ہیں علماءِ کوفہ میں، گویا اَسود نے بھی کوفہ کو وطن بنالیا تھا تو اہلِ کوفہ میں شمار ہوتے تھے مسروق سے اِتنا تعلق تھا اِنہیں کہ اُنہیں بیٹا بنا رکھا تھا متبنّٰی لکھا ہے اُن کو مگر اُن کے سامنے بھی نہیں آتی تھیں سامنے کسی کے نہیں آتی تھیں۔

پردہ میں اِنتہائی احتیاط :

حضرت سودہ رضی اللہ عنہا جو بالکل بوڑھی ہو چکی تھیں اُن کا بھائی جو تھا اُس کے بارے میں اُس کے نسب کا شبہ ہو گیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اِس کے نسب کے بارے میں فلاں فلاں لوگ یہ کہتے ہیں تو اِس واسطے شرعی حکم تو وہ نہیں ہوگا جو لوگ کہہ رہے ہیں کیونکہ وہ ایک آدمی سے سُنی ہوئی بات ہے اَور وہ مر چکا ہے اَور وہ کافر بھی تھا اَب یہ ہے کہ قرائن سے دیکھا جائے تو قرائن سے یہ ہے کہ واقعی اُس میں اُس آدمی کی شباہت ہے لہٰذا تم اُس سے پردہ کرو مگر قضاء کا اَور شرعی حکم تو یہی رہے گا کہ یہ بھائی ہے تمہارا لیکن احتیاط کا تقاضا یہ ہے کہ پردہ کرو۔ اَب وہ کہتے ہیں کہ فَمَارَاٰتْهُ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا نے اُن کو پھر دیکھا ہی نہیں کبھی بھی زندگی بھر اَور اِسی طرح سے آتا ہے فَمَا رَاٰهَا اُنہوں نے بھی کبھی حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کو نہیں دیکھا حالانکہ اِحرام میں تو وہ بھی آئیں بھائی دیکھ سکتا تھا، حجۃ الوداع کے موقع پر وہ تھیں وہ بھی بھائی کو دیکھ سکتی تھیں مگر اَیسا نہیں ہوا گویا پردہ تھا۔

اَسودؒ، علقمہؒ، مسروقؒ حضرت عائشہؓ کے شاگرد اَور اِمام اعظمؒ کی رائے :

بات علم کی ہو رہی تھی حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے شاگردوں میں اَسود بھی ہیں جو بہت بڑے ہیں حضرت ابن عمرؓ جو بڑے درجہ کے صحابیوں میں بھی ہیں صحابیوں میں بھی محبوب صحابی ہیں اَور رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ہر جہاد میں حصہ لیتے رہے ہیں غزوۂ خندق کے موقع سے لے کر آگے تک، مقرب ترین لوگوں میں تھے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بیٹے، رسول اللہ ﷺ سے رشتہ داری ہے رشتہ میں سالے بنتے ہیں مگر اِمام اعظم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ علقمہ جو ہیں لَیْسَ بِدُوْنِ ابْنِ عُمَرَ وہ ابن عمرؓ سے کم نہیں

---

[1] یعنی چہرہ سے نقاب کا مس ہونا اِحرام میں منع ہے، چہرہ پر نقاب ڈالنا منع نہیں ہے بلکہ ضروری ہے۔

اَمَّا الْاَسْوَدُ فَالْاَسْوَدُ اَسود تو پھر کیا کہنے یعنی اَسود حضرت ابن عمرؓ سے بڑے درجہ کے مفتی اَور عالم کیونکہ علم کا شوق اِنہیں اللہ نے اِتنا عطا فرمایا اَور اِنہوں نے اِتنی جگہ سے علم حاصل کیا اَور اُس کو مرتّب کیا اَور یاد کیا اَور صحابہؓ نے تائید کی ہے اِن باتوں کی۔ شعبیؒ ہیں جو اَسود اَور علمقہ سے بہت چھوٹے ہیں درجہ میں یہ شعبیؒ کہتے ہیں کہ ایک دفعہ (اَسود) واقعات بیان کر رہے تھے کہ فلاں غزوہ میں یہ ہوا یہ ہوا یہ ہوا حضرت ابن عمر سن رہے تھے رضی اللہ عنہ وعنہم سُن کر کہنے لگے کہ دیکھیں اِن کو واقعات میرے سے بھی زیادہ یاد ہیں اگر چہ لوگوں کے ساتھ جہاد میں تو شامل میں تھا لڑائیوں میں شامل تو میں تھا لیکن یادداشت اِن کی میرے سے زیادہ ہے لَهُوَ اَحْفَظُلَهَا مِنِّیْ وَاِنْ كُنْتُ شَهِدْتُّهَا مَعَ الْقَوْمِ کیونکہ جب اُنہوں نے بیان کیے تو اُنہیں یاد آتے چلے گئے کہ بات ٹھیک ہے یہ، تو اِن کی یادداشت جو ہے وہ میرے سے بھی زیادہ ہے۔

مطلب یہ ہے کہ شعبیؒ سے بھی بڑے ابن عمر سے بھی بڑے اَسود ہیں یعنی علمی درجہ میں علمی مقام اُن کا کہہ رہا ہوں صحابی ہونے میں تو وہ بڑے ہیں علم کے اعتبار سے یہ بڑے ہیں اَور یہ رائے حضرت اِمامِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی ہے اَور اُن کی یہ گفتگو اِمام اَوزاعی رحمۃ اللہ علیہ سے ہو رہی تھی جو شام کے اِمام ہیں اِمام صاحبؒ کے قریب ترین معاصر ہیں اُن سے گفتگو ہو رہی تھی اُس میں اُنہوں نے یہ کہا اَور اِمام اَوزاعیؒ نے اِسے تسلیم کیا یعنی سب جانتے تھے کسی کو اِنکار نہیں تھا کہ یہ بات نہیں ہے تو اِن جیسے لوگ شاگرد ہیں حضرت عائشہؓ کے۔

تو علم دورِ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام میں دیکھ لیں صحابہؓ میں دیکھ لیں تابعینؒ میں دیکھ لیں محدثینؒ میں دیکھ لیں آخر تک دیکھ لیں اِمام بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے پوری کتاب جنہوں نے نقل کی ہے وہ بھی بیس سے زیادہ بنتے ہیں ایک اُن میں عورت بھی ہے ''کریمہ بنتِ اَحمد'' اَور آخری دَور میں یہاں گزرے ہیں حضرت شاہ ولی اللہ صاحب اُن کے شاگرد حضرت شاہ عبدالعزیز اُن کے شاگرد حضرت شاہ اِسحاق اُن کے شاگرد حضرت شاہ عبدالغنی رحمۃ اللہ علیہم۔

تو حضرت شاہ عبدالغنی صاحبؒ کی جو صاحبزادی تھیں وہ محدث تھیں بہت عرصہ حیات رہیں وہ ہجرت کر گئے تھے اَور یہ مدینہ منورہ میں رہی ہیں یہ سن اَڑتالیس (۱۹۴۸ء) تک حیات رہی ہیں قریب قریب یعنی پاکستان بننے کے قریب اَور یہاں سے علماء جاتے تھے اَور اُن سے اِجازتِ حدیث لیتے تھے تو یہاں چشتیاں میں مدرسہ ہے قراءت سکھاتے ہیں سبعہ بھی عشرہ بھی عورتیں قاری ہیں عربی پڑھی ہوئی فاضل ہیں

مضمون نگار ہیں گویا علم جو ہے وہ عورتوں میں بھی اللہ نے قائم رکھا ہے وہ دَور بالکل اِبتدا کا تھا جو میں نے بتایا اَور اَب یہ آخری اِنتہائی دَور ہے تو یہ کہنا کہ عورتیں اُس زمانہ میں جاہل ہوتی تھیں سمجھ نہیں ہوتی تھی وغیرہ وغیرہ تو ایک تو یہ کہ اُنہیں ناسمجھ ثابت کرنا آج کے دَور کی بہ نسبت اَور صحابیات کو کہنا کہ وہ ناسمجھ تھیں یہ بھی ایک توہین ہے کیونکہ اِن کو پیدا اُس وقت کیا گیا ہے جب نبی علیہ السلام دُنیا میں تشریف لائے تاکہ نبی ﷺ کے علوم کو محفوظ رکھیں اَور رسول اللہ ﷺ نے اپنا خاص معجزہ قرآنِ پاک کو قرار دیا ہے اَور قرآنِ پاک منبعِ علوم ہے تو یہ کہنا کہ وہ جاہل تھے یہ کتنی غلط بات ہے حالانکہ دین کی تمام چیزوں کی پوری سمجھ تھی اُن کو۔

تو اِن پرویزیوں نے نچوڑ نکالا قرآن کا تو اُس میں سے یہ نکلا کہ عورتیں اُس زمانے میں جاہل تھیں کم سمجھ ہوتی تھیں ناقصات العقل ہوتی ہیں اَب جب پی ایچ ڈی کرلیا اُس نے تو پھر تو مکمل ہوگئیں لہٰذا ایک عورت کو ایک مرد کے برابر گواہی قرار دینی چاہیے تو گویا قانون جو پاکستان کا بنے تو اُس میں ہونا یہ چاہیے کہ اگر پڑھی لکھی عورت ہے گریجویٹ ہے یا ایم اے ہے یا اُس سے اُوپر ہے تو وہ مرد کے برابر ہو یہ قانون بننا چاہیے اَور اِس کا نام پھر وہ رکھیں گے اِسلام۔

قدرتی طور پر عورت مرد کی برابری نہیں کرسکتی :

حالانکہ یہ بات نہیں ہے ایک اعصابی قوت ہوتی ہے اِنسان کی قوتِ اِرادی ہوتی ہے ذہنی صلاحیت و ذہنی قوت ہوتی ہے جو ٹکراؤ کا بھی مقابلہ کرسکے اُس میں قدرت نے عورتوں میں وہ بات ہی نہیں رکھی وہ کسی کسی میں اگر پائی بھی جاتی ہو تو کسی کا کوئی اعتبار نہیں یہ نہیں ہوسکتا کہ شرعی حکم مستثنٰی ہوجائے اُس کے حق میں اگر مستثنٰی ہوسکتا ہوتا تو اللہ خود ہی کرتے۔ اَور جب گواہی کا موقع آتا ہے تو سخت دِلی کی ایک خاص قوت کی ضرورت ہوتی ہے بلکہ جو آدمی جانے کا عادی نہیں ہے عدالت میں وہ تو برداشت ہی نہیں کرسکتا ویسے ہی کانپنے لگتا ہے وہ کہنا کچھ چاہتا ہے نکلتا کچھ ہے اَور ایسے واقعات مردوں کے ساتھ بھی ہوئے ہیں اَور عورتیں تو پھر عورتیں ہیں یا ضد میں آجائے گی یا غصہ میں آجائے گی بے برداشت ہوجائے گی جب بے برداشت ہوجاتی ہیں تو وہ کچھ کہتی ہیں کہ جو کہنے کا اُنہیں حق بھی نہیں ہوتا۔

عورتوں کی گواہی پر حدود نافذ نہیں کی جاسکتی، تعزیر ہوسکتی ہے :

اِس واسطے حدود کے باب میں گواہی مردوں کی ہے، حد نہیں نافذ کریں گے عورتوں کے کہنے سے یہ

نہیں ہوگا کہ ہاتھ کاٹ دیے جائیں کسی کے اَگر کوئی مرد گواہ نہ ملے صرف یہ عورت کہہ رہی ہو کہ یہ چور ہے اِس نے یہ چرایا ہے یہ چرایا ہے تو اَگر وہ چیز مل گئی ہے تو وہ خود اِقرار کرلے گا اَور وہ چیز نہیں ملی اُس کے پاس اَور وہ خود اِقرار بھی نہیں کرتا اَور گواہ بھی پورے نہیں ہیں تو اُسے ایسے ہی نہیں چھوڑا جائے گا سزا تو دی جائے گی کچھ نا کچھ اُس کا نام ہے''تعزیر'' وہ ہوگی ''حد'' جس کا مطلب ہے ہاتھ کاٹنا وہ نہیں ہوگی۔

عقل کے کوروں کو قانونی حکمتیں سمجھ میں نہیں آتیں :

تو اگر کسی مسلمان کا ہاتھ کاٹنے سے بچالیا اِس وجہ سے کہ عورت گواہ ہے تو کیا حرج ہے اُس کا ہاتھ کٹنے سے تو بچ گیا اَلبتہ کم درجے کی کوئی اَور سزا اُس کو کوئی نہ کوئی دی جائے گی لیکن عورت کی گواہی پر ہاتھ نہیں کٹے گا اِس کا، مگر (کوتاہ نظر) عورتوں کو یہ گوارہ نہیں ہے اُن کی نظر اِس پر نہیں جاتی کہ ہاتھ کٹے گا یا نہیں کٹے گا جب ہاتھ کٹے گا تو ہائے ہائے بھی یہی کریں گی ترس بھی یہی کھائیں گی۔ نظر صرف اِس طرف ہے کہ سیکنڈ کلاس میں ہم کیوں ہیں ہمیں تو پہلے ہی درجہ میں ہونا چاہیے تو ہر اعتبار سے تم پہلے درجہ میں ہو جاؤ یہ کیسے ہوگا۔

یورپ میں بھی عورت مرد کے برابر نہیں :

اَور یہ دُنیا میں کسی جگہ بھی نہیں، یہ عورتیں حرص کرتی ہیں یورپ کی حالانکہ یورپ میں بھی ایسا نہیں ہے ورنہ آدھی فوج مردوں کی ہوتی آدھی عورتوں کی ہوتی آدھی کابینہ اُن کی مردوں کی ہوتی آدھی عورتوں کی ہوتی ہر جگہ پھر آدھی آدھی بلکہ عورتیں زیادہ ہیں زیادہ ہونی چاہئیں حکومت بھی اُن کی ہو سب کچھ اُنہی کا ہو، مساوات وہاں بھی نہیں کیونکہ یہ ممکن العمل نہیں ہے کیونکہ وہ اہلیت ہی نہیں پائی جاتی اِن کی خواہش یہ ہے کہ ہم مردوں کے برابر اِس بات میں ہوجائیں کہ جیسے مرد کو طلاق کا حق ہے ویسے ہی ہمیں بھی ہو اَور جیسے مرد طلاق نہ دے تو پھر طلاق ہی نہیں ہوتی ایسے ہی عورت اگر طلاق نہ لے تو طلاق نہ ہوا کرے یہ دِل چاہتا ہے اُن کا، اَور جیسے مرد کا یہ ہے کہ وہ کہیں بھی پھر سکتا ہے آوارگی میں ویسے ہی ہمیں بھی حق ہے کہ ہم بھی پھریں بس یہ برابری اگر اِنہیں مل جائے تو سب کچھ مل گیا پھر یہ دیت بھی بھول جائیں گی سب چیزوں کو بھول جائیں گی۔

عورت کی نصف دیت میں مرد کا نقصان ہے عورت کا نہیں :

دیت میں یہ ہے کہ شوہر اگر مارا گیا تو بیوی کو پوری دیت ملے گی وہ عورت کو مل رہی ہے پوری

دیت اَور بیوی ماری گئی تو مرد کو جو دیت ملے گی وہ آدھی ملے گی وہ مرد کو مل رہی ہے آدھی تو ہائے ہائے تو مردوں کو کرنی چاہیے کہ ہمیں کیوں آدھی مِل رہی ہے کرتی یہ ہیں کہ ہماری کیوں قیمت کم ہوگئی دماغ میں اِن کے یہ گھسا ہوا ہے تو یہ بھی ناقص العقل ہونے کی بات ہے یا یہ کہ پاگل پن ہے جنون ہے ایک قسم کا۔ یہ جو منکرینِ حدیث پرویزی ہیں یہ اُن کی مثال ہے کہ عطر نکالیتے ہیں۔

شیعوں کی بدعت :

اِسی طرح عطر نکال کر اِنہوں نے بدعات اِیجاد کرلیں اَور بدعات اِیجاد کرلیں تو غلطی ہوگئی کیونکہ نقصان یہ ہوا کہ وہ دین کا جزء سمجھا جانے لگا ہے جو لوگ سن پچانوے سے پہلے اَذان سنتے رہے ہیں وہ تو نہیں کہیں گے اِس کے آگے پیچھے درُود شریف پڑھا جاتا ہے مگر جو اَب سن رہے ہیں وہ کہیں گے کہ ہم نے تو سُنا ہی یہ ہے ہوش ہی اِس میں سنبھالا ہے۔ اَور یہ مسلک سب بریلویوں کا بھی نہیں ہے کیونکہ بریلی میں بریلوی جو ہیں اُن میں کوئی پڑھتا ہے اِسے اَور کوئی نہیں پڑھتا شروع زمانہ سے اَحمد رضا خاں کے زمانہ سے اَب تک بھی اِسی طرح ہے اِنہوں نے اپنی طرف سے یہ شعار بنالیا کہ یہ اہلِ سنت کی علامت ہے حالانکہ اہلسنت کی تو کہاں وہ تو اہلِ بدعت کی علامت ہے شیعہ بڑھاتے ہیں یہ کلمات اُن پر کیس ہوا ہائی کورٹ میں تو اُنہوں نے مانا کہ جو بڑھاتے ہیں ہم وہ غلط ہے صحیح اَذان فقط اُتنی ہی ہے۔ اچھا لاؤڈ سپیکر ہو تو پڑھیں گے نہ ہو تو نہیں پڑھیں گے اُس وقت گویا ساقط ہو جاتا ہے وہ۔

حدیث میں درُود و دُعاء کا حکم اَذان کے بعد ہے بدعتیوں نے پہلے کردیا :

اَور پہلے صلوۃ والسلام پڑھ لیتے ہیں اَور بعد میں درُود اَور دُعاء غائب حالانکہ حدیث شریف میں جو آیا ہے وہ یہ آیا ہے کہ جب مؤذن اَذان دے تو جو کلمات مؤذن کہہ رہا ہے وہ تم کہتے رہو اُس کے بعد اَب اِس میں نامِ مبارک آتا ہے رسول اللہ ﷺ کا اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدً رَّسُوْلُ اللّٰہِ آتا ہے اَب اُس پر درُود پڑھنا نہیں آیا ہے کہ جب اَذان کا جواب دے رہے ہو تو جواب میں جب اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدً رَّسُوْلُ اللّٰہِ کہو تو صلی اللہ علیہ وسلم بھی کہو یہ نہیں بتایا گیا بلکہ صرف یہ بتایا گیا ہے کہ جب اَذان ہو رہی ہو تو جو کلمات وہ کہہ رہا ہے وہ تم کہو تو اَب درُود شریف تو رہ گیا تو پھر بتایا گیا کہ جب اَذان ختم ہو جائے تو درُود شریف پڑھو کیونکہ نامِ مبارک آیا ہے سُنا بھی ہے تم نے زبان سے کہا بھی ہے تو بعد میں پڑھو درُود شریف اَور پھر یہ کلمات کہو

دُعاء کے اَللّٰھُمَّ رَبَّ ھٰذِہِ الدَّعْوَۃِ التَّآمَّۃِ.......... یہ تو مشہور ہے اَور اِس کے علاوہ بھی ہے رَضِیْتُ بِاللّٰہِ رَبًّا وَّبِالْاِسْلَامِ دِیْنًا وَّ بِمُحَمَّدٍ نَّبِیًّا (علیہ السلام) یہ کلمات بھی آئے ہیں تو چاہے کئی دُعائیں مِلا کر پڑھ لیں چاہے اِن میں سے کوئی ایک پڑھ لیں مگر طریقہ یہ ہے کہ بعد میں درُود پڑھ کر یہ دُعاء پڑھے تو اَگر لاوَڈ سپیکر پر یہ لوگ ایسے کریں کہ اَذان دے لیں اَذان کے بعد درُود شریف پڑھ لیں اَور پھر یہ دُعا بھی پڑھ لیں تو اِس سے چلو ایک تعلیم تو ہو جائے گی تو پھر اِسے بدعت تو نہیں کہا جا سکتا اِن کو بدعت اِس لیے کہا جاتا ہے کہ اُلٹ کر لیا حدیث کا اَور وہ اپنے دماغ سے کیا ہے بیچ کہ پہلے صلوۃ وسلام پڑھ لو اَور بعد میں غائب حالانکہ بعد میں درُود اَور پھر دُعاء یہ حدیث میں آیا ہے تو اپنی عقل سے جو کریں گے ہم وہ غلط ہوگا۔

لَا یَزَالُ مِنْ اُمَّتِیْ اُمَّۃٌ قَائِمَۃٌ بِاَمْرِ اللّٰہِ اِس حدیث کا بیان چل رہا ہے یعنی ایسے ہوگا ضرور کہ میری اُمت میں ایک جماعت دین پر آخر تک قائم رہے گی یعنی کچھ لوگوں میں دین عملی شکل میں موجود رہے گا مگر پوری حکومت کی حکومت عمل کی مثال بن جائے موجودہ دَور میں یہ نہیں ہے اَلبتہ اَفراد مثال ہوں تو ایسی بات ہے چنانچہ اَفراد کی مثال مِل جائے گی اِرشاد فرمایا لَا یَضُرُّھُمْ مَنْ خَذَلَھُمْ جو اِن کو چھوڑ کر چلا جائے گا وہ اِنہیں نقصان نہیں پہنچا سکے گا وَلَا مَنْ خَالَفَھُمْ جو اِن کی مخالفت کرے گا وہ بھی اِنہیں نقصان نہیں پہنچا سکے گا حَتّٰی یَاْتِیَ اَمْرُ اللّٰہِ حتی کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو وقت آنا ہے جو معاملہ آنا ہے قیامت آنی ہے یا جو بھی کچھ ہونا ہے وہ ہوگا وَھُمْ عَلٰی ذٰلِکَ [۱] یہ لوگ اِسی پر قائم رہیں گے۔

تو ایک طائفہ ایسا ہمیشہ رہے گا اَور وہ طائفہ مغلوب ہو کر فناء ہو جائے یہ نہیں ہو سکتا فناء نہیں ہوگا مغلوب بھی نہیں ہوگا ٹھیک ہی رہے گا کیونکہ لوگ سنتے ہیں سنتے ہیں تو سمجھتے ہیں سمجھتے ہیں تو مان جاتے ہیں اَصل وجہ جو ہے وہ یہ ہے کہ علم نہیں ہے لوگوں میں۔

بعض ایسے ہیں جو سمجھتے ہیں کہ ہماری گروہ بندی میں فرق آرہا ہے وہ مخالفت بھی کرتے ہیں شرارتیں بھی کرتے ہیں سازشیں بھی کرتے ہیں لیکن اِنکو نقصان کوئی نہیں پہنچا سکے گا لَا یَضُرُّھُمْ مَنْ خَذَلَھُمْ ۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اِسلام پر اِستقامت نصیب فرمائے، آمین۔ اِختتامی دُعاء........

❁ ❁ ❁

---

[۱] مشکوۃ شریف ص۵۸۳

علمی مضامین سلسلہ نمبر۴۴ (قسط : ۱)

''الحامد ٹرسٹ'' نزد جامعہ مدنیہ جدید رائیونڈ روڈ لاہور کی جانب سے شیخ المشائخ محدثِ کبیر حضرت اقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بعض اہم خطوط اور مضامین کو سلسلہ وار شائع کرنے کا اہتمام کیا گیا ہے جو تا حال طبع نہیں ہو سکے جبکہ ان کی نوع بنوع خصوصیات اس بات کی متقاضی ہیں کہ افادۂ عام کی خاطر اِن کو شائع کر دیا جائے۔ اسی سلسلہ میں بعض وہ مضامین بھی شائع کیے جائیں گے جو بعض جرائد و اخبارات میں مختلف مواقع پر شائع ہو چکے ہیں تاکہ ایک ہی لڑی میں تمام مضامین مرتب و یکجا محفوظ ہو جائیں۔ (ادارہ)

نفاذِ شریعت کا سیدھا راستہ

آج کل نظامِ شریعت کے نفاذ کا مطالبہ مختلف عنوانات سے ہو رہا ہے اَور اِس کی کوئی صورت نظر نہیں آرہی کیونکہ آسان اَور واضح طریقہ چھوڑ کر ایسا مطالبہ کرنے والوں کو لمبے راستہ پر ڈالا گیا ہے سیدھا سادہ راستہ تو یہ تھا کہ جس نے اِسلامی نظام کے نام پر حکومت سنبھالی پھر ایک عرصہ کے بعد ریفرنڈم اِسلام ہی کے نام پر کرایا جسے سلطانِ وقت کے اِختیارات حاصل رہے اَور آج بھی ہیں [1] وہی بیک جنبشِ قلم آرڈر نافذ کر سکتا تھا کہ عدلیہ شریعت کے مطابق فیصلے دیا کرے لیکن اِس شخصیت نے پینترا بدل کر یہ ذمّہ داری قومی اسمبلی پر ڈال دی اَور اَب لوگوں کا رُخ اپنی طرف سے ہٹا کر اسمبلی کی طرف کر دیا **یُخَادِعُوْنَ اللّٰہَ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَمَا یَخْدَعُوْنَ اِلَّا اَنْفُسَھُمْ** .

اُسی دَور میں دینی مسائل پر بے معنٰی بحثیں چھیڑی گئیں۔ ایسے مسائل جن پر ہمیشہ سے اِتفاقِ اُمت چلا آرہا تھا موضوعِ سُخن آرائی بنے حتّٰی کہ اُسی دَور میں یہ بحث بھی چلی کہ ''پاکستان'' کس لیے معرضِ وجود میں آیا، کیا اِقتصادی عوامل اِس کا سبب تھے یا مذہبی جذبات؟ غرض طرح طرح کی بولیاں بولی گئیں اَور غلط و صحیح اَور حق و باطل کی تمیز ہی ختم کر دی گئی۔

---

[1] پاکستان کے سابق مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر جنرل ضیاء الحق مرحوم

اَصل وجہ :

اِس کی اَصل وجہ ایک تو انگریز کی ذہنی غلامی ہے کہ اپنی عقل اُن پر تنقید کے حق میں استعمال کرنے سے قاصر ہے اَور ایک وجہ یہ ہے کہ اِسلامی قوانین و نظام کے نفاذ کے بعد حکمرانوں کی مطلق العنانی متاثر ہوگی لہٰذا اِسلام کا صرف نام ہی لیا جائے اَور اِس کی عطا کردہ راحت و رحمت کو پسِ پردہ چھپائے رکھا جائے ورنہ اِسلامی قوانین خود حکمرانوں پر حاوی ہوں گے جبکہ حکمران یہ گوارا نہیں کر سکتے کہ اِن پر بھی کوئی اَور حاوی ہو۔

اِسمبلی :

یہی حال ہماری اِسمبلی کا ہے وہ چاہتی ہے کہ ہم ہی قانون ساز اِدارہ ہیں ہم جو مناسب سمجھیں قانون بنادیں اِسلامی قانون کا وجود ہمیں حسبِ دِلخواہ قانون بنانے سے روکے گا لہٰذا اِسے نہ آنے دو۔

یہ ہمارے ملک کے اُن حالات کا خلاصہ ہے جو مانعِ نظامِ اِسلام ہیں حکمرانِ اعلیٰ اَور اُن کی ترتیب دَادہ بے اِختیار شوریٰ اَور پھر بے طاقت اسمبلیاں کچھ اپنی خواہش اَور کچھ منبعِ قوت جو فوج کے اِنقلابی اَفراد پر مشتمل ہے، کا آج تک چلا آرہا ہے۔

سیدھا راستہ :

آپ کہیں گے کہ اچھا! پھر سیدھا راستہ جس کے ذریعہ اِسلام کا نظامِ عدل نفاذ پذیر ہو سکے کیا ہے؟ تو اِس کا جواب یہ ہے کہ ہمیں اپنے یہاں حکومت کے مسلک کا اعلان کرنا ہوگا کہ مملکت کا قانون فقہ حنفی پر مبنی ہوگا جیسے کہ سعودی عرب میں حکومت کا اعلان یہ ہے کہ وہ فقہ حنبلی پر چلتی ہے اَور حکومتِ اِیران کا اعلان یہ ہے کہ اُس کا مسلک فقہ جعفری ہے۔

یہاں یہ سوال ہو سکتا ہے کہ شیعہ حضرات کا مسلک کیا ہوگا کیونکہ وہ اپنے لیے فقہ جعفریہ کا مطالبہ کر رہے ہیں تو اِس کا جواب یہ ہے کہ اگر کہیں شیعہ بستی ہے تو وہاں اُن کے لیے اُن کے شیعہ مجتہد کو اُن کے مسلک کے مطابق فیصلہ دینے کا مجاز حکومت قرار دے دے گی۔

پھر سوال ہوگا کہ اہلِ حدیث کا کیا ہوگا کیونکہ وہ کسی اِمام کے پیروکار نہیں ہیں وہ غیر مقلد ہیں تو اِس کا بھی وہی جواب ہے کہ جہاں اِن کی آبادی ہوگی وہاں اِن کے کسی پسند کردہ عالم کو اُن کے فیصلوں کا حکومت

اِختیار دے دے گی یہ ایسے اِشکالات نہیں ہیں جو حل نہ ہو سکتے ہوں۔

مجھے ایک عزیز دوست نے بتلایا کہ جنرل نمیری نے اپنے یہاں [1] جب شرعی قوانین کا نفاذ کا اعلان کیا تو اُنہوں نے فقہ حنفی پر مبنی قوانین نافذ کیے۔ وہاں کے حکام سے اُنہوں نے دریافت کیا کہ یہاں اکثریت مالکی حضرات پر مشتمل ہے مالکی علماء حنفی مسلک پر کیسے فیصلے دیتے ہیں اَور اِسے کیوں ترجیح دیتے ہیں؟ اُنہوں نے کہا کہ یہاں کے علماء مسلکِ حنفی پر فیصلوں کے عادی ہیں اَور اِسے اِس لیے ترجیح دیتے ہیں کہ اِس میں موجودہ (عیسوی) صدی کے اَوائل تک تمام نئے پیش آنے والے مسائل کا حل موجود ہے کیونکہ یہ قوانین ۱۳۳۰ھ تک جب تک خلافتِ عثمانیہ ترکیہ رہی ہے، جاری رہے ہیں۔

یہ اُن کی گفتگو کا خلاصہ ہے پھر یہ ہوا ہے کہ اُس کے بعد سے اَب تک تمام نئے پیش آنے والے مسائل پر ہمیشہ ہندوپاک کے علماء فتوے مرتب کرتے رہے ہیں۔ مشینی ذبیحہ دُرست ہے یا نہیں؟ اِس پر گفتگو ہوئی۔ مفتی محمد شفیع صاحب مرحوم نے بیان دیا کہ دُرست۔ مفتی محمود صاحب مرحوم نے بیان دیا کہ دُرست نہیں اَور دلیل واضح کی۔ اِس پر مفتی محمد شفیع صاحب نے اپنے فتوے سے رُجوع کا اعلان فرمادیا حتّٰی کہ غیر سیاسی علماء نے بھی بعض سیاسی اُمور پر بحث کی اَور فتوے دِیے۔ پارلیمانی نظام جائز ہے یا ناجائز؟ پارلیمانی نظام میں عورت وزیرِاعظم ہوسکتی ہے یا نہیں؟ اِس پر حضرت مولانا اَشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے بحث فرمائی جو اُن کے فتاویٰ کی جلد پنجم میں ہے۔ مقصد یہ ہے کہ اگرچہ عوام واقف نہ ہوں اَور قانون داں حضرات نے توجہ نہ دی ہو لیکن علمائے کرام جدید دَور کے حالات و مسائل پر برابر نظر رکھے ہوئے ہیں اَور اِن مسائل کو حل کرتے چلے جارہے ہیں اگر آج یہ قانون جاری کیا جائے تو ہمارے پاس آج تک کے مسائل کا حل موجود ہے۔ برصغیر کے علماء کا طریقہ یہ رہا ہے کہ بجائے اِس کے کہ ہر ایک مجتہد ہونے کا دعویٰ کرتا اَور اِختلاف پیدا ہوتا اِن حنفی علماء نے یہ طریقہ اپنالیا کہ پیش آمدہ مسئلہ پر گفتگو کرکے ایک رائے قائم کرلی جائے۔

میرے اِسی قابلِ قدر دوست نے مجھ سے سوال کیا کہ کیا ایک ریاست میں دو مسلک چل سکتے ہیں؟ مثلاً کوئی جج یا قاضی شافعی مسلک کا پیروکار ہے تو وہ ہٹا دیا جائے گا یا قاضی رہے گا اَور اگر قاضی رہے گا تو اپنے مسلک کے مطابق فیصلہ دے گا یا مدعی کے مسلک کے مطابق؟ میں نے کہا کہ قدیم دَور سے یہ دستور چلا آرہا

---

[1] یعنی سوڈان میں

ہے کہ ایک حکومت میں قاضی شافعی بھی رہے ہیں مالکی بھی رہے ہیں اَور یہ طے ہے کہ وہ مدعی یا مدعیٰ علیہ کے مسلک کے پابند نہ ہوں گے بلکہ اپنے مسلک کی رُو سے فیصلہ دیں گے۔ اُنہیں مثال کے طور پر میں نے یہ مسئلہ بتلایا کہ اگر کسی حنفی مرد نے عورت کو کنایۃً ایک طلاق دے دی یعنی بجائے لفظِ طلاق کے اُس نے کوئی ایسا لفظ استعمال کیا جس کے دونوں معنٰی ہوسکتے ہوں لیکن اُس کی مراد طلاق ہی تھی تو ایسی صورت میں ایک طلاق ہوجائے گی وہ آپس میں اگر راضی ہوں تو نکاح دوبارہ کرلیں لیکن اگر کسی طرح یہ قضیہ ایسے قاضی (جج) کے سامنے پیش کردیا گیا جو شافعی مسلک کا تھا اَور اُس نے اپنے مسلک کے مطابق یہ فیصلہ دے دیا کہ دوبارہ نکاح کی ضرورت نہیں اَور شوہر سے کہا کہ تم رُجوع کرلو شوہر نے رُجوع کرلیا تو حنفی مسلک میں یہ فیصلہ واجب التسلیم ہوگا جدید نکاح کی ضرورت نہیں۔ اِس کے برعکس اگر مدعی، مدعیٰ علیہ دونوں شافعی ہوں تو قاضی حنفی مسلک کو بالاتفاق مدعی و مدعیٰ علیہ کے مسلک پر فوقیت حاصل رہے گی اِس اُصول کے تحت ہر دَور میں ہر مسلک کے جج بلا اِختلاف ونزاع کام کرتے آئیں ہیں۔ گویا اَصل مدار فقہ پر رہا ہے وہ حنفی، مالکی، شافعی ہو یا حنبلی۔

پاکستان میں ضرورتاً اِن چاروں ائمہ کرام کے ماننے والوں کے علاوہ بھی فقہ جعفریہ ماننے والوں کو اَور کسی بھی فقہ کے نہ ماننے والے طبقہ کو اُن کے آپس کے پیش آمدہ مسائل حل کرنے کے لیے اُن کا قاضی دیا جاسکتا ہے یہ معروف پرسنل لاء تو نہ ہوگا یہ ''پرائیویٹ لاء'' (یعنی) ایک طبقہ یا گروہ کا قانون ہوگا۔

بعض حضرات جن میں سادہ لوح علماء بھی شامل ہیں یہ کہتے ہیں کہ نظامِ شریعت تدریجًا تھوڑا تھوڑا کرکے لایا جائے حالانکہ یہ بات بالکل ہی غلط ہے۔ اِسلامی نظام ایک مکمل ضابطۂ حیات ہے جب وہ آئے گا تو ہر شعبۂ زندگی پر اَثر اَنداز ہوگا۔ اگر آدھا تہائی لایا گیا تو وہ اُن قوانین کی موجودگی میں نہیں چلے گا آدھی مشین کسی سائز کی ہو اَور آدھی کسی اَور سائز کی تو کیا اُنہیں جوڑ کر چلایا جاسکتا ہے؟ جس طرح یہ ممکن نہیں اِسی طرح ''قانونِ شرع'' قانونِ اَنگریز بلکہ تعزیرات ہند کا جمع ہونا ممکن نہیں۔ یہ وہ قوانین ہیں جو اَنگریزوں نے اپنی غلام قوم کے لیے اِس غرض سے بنائے تھے کہ اِن میں جھگڑے چلتے ہی رہیں، بیس بیس سال مقدمہ بازی میں صرف کریں نسلاً بعد نسل عداوتیں چلتی رہیں اِنصاف اَور دَادرَسی میں عدل و اِنصاف ہی کے نام پر زیادہ سے زیادہ تاخیر ہو، ہر ممکن کوشش ہو کہ قانون ہی کے نام پر شکوک پیدا کیے جاسکیں فورًا ہی فیصلہ ہرگز نہ ہونے پائے جبکہ اِسلام کے قوانین میں فوری دَادرَسی اَور اِنصاف دِلانا عدلیہ کی ذمہ داری ہے اِسی سے اَمن ہوتا ہے

جرائم ختم ہو جاتے ہیں۔

اِسی ماہ (مارچ میں) جناب حکیم اَمیر علی قریشی صاحب سے ملاقات ہوئی اُنہوں نے سعودی حکومت میں اِسلامی قوانین کی رُو سے فوری دَادرَسی کی ایک تازہ مثال دی کہ رات چار بجے ایک قتل ہوا اَور صبح دس بجے قاتل کو قصاص میں حکومت نے قتل کر دیا گویا اُس مجرم کو جرم کے بعد صرف چھ گھنٹے زندہ رہنا تھا۔

اَنگریزی دَور کی یادگار تعزیرات پر ہمارے قانون دانوں نے تنقیدی نظر نہیں ڈالی ورنہ اُس میں اُنہیں خامیاں ہی خامیاں نظر آتیں ہمارے یہاں یہ روایت چل پڑی ہے کہ ہر اَنگریزی چیز کو تنقید سے بالا سمجھا جاتا ہے کچھ عرصہ قبل تک تھانوں میں اسٹیشنری کے لیے ماہوار اَلاؤنس اَور جیلوں میں قیدیوں کے لیے یومیہ اَلاؤنس کے طور پر اُتنی ہی رقم مخصوص تھی جتنی اَنگریز نے اپنے دَور میں مختص کی تھی۔

کوئی ملزم تھانہ میں چلا جائے تو اُسے مارنا پیٹنا گالیاں دینا بُرا نہیں سمجھا جاتا کیونکہ اَنگریز کے قانون کی رُو سے اُس کی رعایا کا ہر فرد غلام تھا اَور بے عزت۔ وہی روِش آج تک جاری ہے لیکن اِسلام میں وہ اُصولاً اِس کے برعکس اُس وقت تک باعزت ہے جب تک اُس پر جرم ثابت نہ ہو جائے اَور جرم ثابت ہو جانے کے بعد وہ فقط اُس جرم کی سزا کا مستحق ہے نہ کہ گالی گلوچ یا کسی بھی بے حرمتی کا، تو جب اُصولاً اِسلام کے قوانین اَور موجودہ قوانین میں بُعد المشرقین ہو گیا تو یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ موجودہ اَنگریزی قوانین کو اِسلامی قوانین کے ساتھ جوڑ دیا جائے۔

اِسلامی نظام میں بہت سے مصارف بیت المال کے ذمّے ہوتے ہیں۔ معذور اَفراد کے وظائف حتّٰی کہ بے روزگار بھوکے اَفراد کا اِنتظام بھی اُس کے ذمّے ہوتا ہے۔ اِسلامی نظام میں غریب رشتہ دار کے مصارف اَمیر رشتہ دار پر ڈال دِیے جاتے ہیں۔ نیز مسلمانوں میں ہمیشہ اِنفاق فی سبیل اللہ کا جذبہ رہا ہے اَور اُن میں ہندؤوں کی بہ نسبت خرچ کرنے کی بہت عادت ہے یہ عادت لاشعوری طور پر موروثی ہے عرصہ سے اِس کا صحیح استعمال متروک ہے اِس لیے لوگ اپنے ہی اُوپر عیش وعشرت میں اِضافہ پر خرچ کرنے لگے پھر بھی ملک بھر میں دینی اِدارے، بے شمار مساجد اِسی اِنفاق پر گئی گزری حالت میں بھی چل رہی ہیں۔ دَورِ اِسلام میں ہر آدمی جو متمول ہوتا تھا ہر وقت دُوسروں پر خرچ کرتا رہتا تھا حتّٰی کہ خود اُس کے پاس اپنے لیے کچھ نہ بچتا تھا یہ حال مسلمان نوابوں کا اُنیسویں صدی تک رہا ہے اِسی طرح نوابوں سے نیچے درجہ بدرجہ اپنے سے نیچے

والوں پر خرچ کرتے تھے اِسی لیے کمیونزم اُن علاقوں میں پھیلا ہے جہاں عیسائی، یہودی یا بُت پرست آباد تھے اُس کی زَد میں مسلمانوں کے وہ علاقے بھی آ گئے جو جغرافیائی محلِ وقوع کے ذیل میں اُس کی زَد میں آتے تھے جیسے بخارا وغیرہ لیکن وہ اپنے پڑوس کے غریب ترین مسلمان ملک اَفغانستان کو متاثر نہیں کر سکا جس کی وجہ اِسلام کی عطاء کردہ سخاوت، فیاضی، مہمان نوازی اَور اُوپر سے نیچے تک سب میں کسی نہ کسی درجہ میں جذبۂ اِیثار کا پایا جانا تھا۔ مزید یہ کہ اِقتصادی اَور معاشرتی قانون جو اِسلام میں موجود ہیں اُن پر بھی عمل ہوتا رہا ہے اِس لیے اِسلامی ممالک میں کمیونزم کا فلسفہ ہی پہنچا ہے کمیونزم نہیں۔ اِقتصادی اَور معاشرتی قوانین اَور کسی مذہب میں ہیں ہی نہیں۔

اَفسوس یہ ہے کہ مسلمانوں کی اِس فطری موروثی صلاحیت سے اگرچہ پاکستان میں بالکل کام نہیں لیا گیا حتّٰی کہ اَب معاشرہ کی حالت اَور اَندازِ فکر ہی بدل گیا ہے۔ اَکثریت صرف اپنی ذات کی پجاری بن کر رہ گئی ہے اَنگریز کے بناء کردہ اِنکم ٹیکس وغیرہ سے جو فائدہ حکومت کو پہنچتا ہے اَور پھر حکومت سے عوام تک آتا ہے اِس سے کہیں زیادہ فائدہ اِس صورت میں ہوسکتا تھا کہ مسلمانوں کی فطری صلاحیت کو اُجاگر کر لیا جاتا۔ اِسلام میں اِنکم ٹیکس نہیں ہے لیکن دفاع کے لیے ٹیکس لگایا جا سکتا ہے بیت المال کے ذرائع آمدنی اَور بہت ہیں جن پر اِسلامی حکومتیں چلتی رہی ہیں۔

مجھے یقین ہے کہ اَگر آج بھی اِسلام کا مکمل نظام نافذ العمل ہو جائے تو ہمارا ملک مثالی ترقی کرے گا۔ مکمل نظام سے میری مراد یہ ہے کہ اَنگریزی قانون کے بجائے اِسلامی قانون کی کتابوں کے تراجم اِن ہی مجسٹریٹوں اَور ججوں کو مہیا کر دِیے جائیں کہ فیصلے اِس کے مطابق ہوں۔ اِسی طرح فوج کے متعلق جو فوج میں رائج قانون ہے اُسے بھی اِسلامی دَور کے قوانین کے مطابق بنا دیا جائے، اَنگریز کے ترتیب دَادہ قوانین کے بجائے اِسلامی قوانین کے مطابق جو تراجم کے ذریعہ فوج کو مہیا کیے جائیں کورٹ مارشل کیا جایا کرے اَور اِقتصادیات بھی اِن ہی قوانین کے تابع ہوں۔

ہمارے ملک میں جو صوبائی عصبیت کی ہواؤں کی لپیٹ میں ہے محض اِسلام کا نام لینا اَور عمل نہ کرنا، قوانین جاری نہ کرنا اَب ایک بے کشش فریب ہوگا جس سے یہ بادِ سموم نہ تھم سکے گی۔ اَلبتہ اِسلامی اُصولِ اِقتصادیات اَور قوانین پر عمل اِسے روک سکتا ہے اِس کی رُو سے کوئی صوبہ اِحساسِ محرومی میں مبتلا نہ رہے گا۔

ملاحظہ ہو''اِسلامی منشور''۔ بات اَب بھی لمبی ہوگئی ہے اَور آپ پوچھیں گے کہ کیوں اَور کیونکر، تو مختصر جواب یہ ہے کہ آپ کے سامنے اِسلام کا تیرہ سو سالہ دَور ہے اِس طویل ترین عرصہ میں مختلف آب و ہوا مختلف معاشرت اَور مختلف زبانوں والے صوبے تو کیا ملک کے ملک یکجا رہے ہیں اَور مسلمان عیسائیوں سے بڑی سپر پاور رہے ہیں حتّٰی کہ اِسلام کے فرض کردہ اَحکام سے غفلت میں مبتلا ہوکر مستحق سزا ہوئے اِنَّ اللّٰہَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِھِمْ وَاِذَا اَرَادَ اللّٰہُ بِقَوْمٍ سُوْءً فَلَا مَرَدَّ لَہٗ ۔ اُنہوں نے فریضہ جہاد میں اَلْجِھَادُ مَاضٍ کے باوجود کوتاہی کی اَور اَعِدُّوْا لَھُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ میں حد درجہ تقصیر کی تو کمزور ہوگئے اَور کمزوری فطرت کی نظر میں قابلِ سزا جرم ہے۔

مجھے ایک ذمّہ دار ریٹائرڈ اَفسر نے اپنے ایک سائنسدان عزیز کا واقعہ بتلایا کہ اُنہوں نے سہروردی کے سامنے گائیڈیڈ میزائل کا فارمولا پیش کیا مگر وہ غفلت کی نذر ہوگیا اگر ہم غیر ملکی طاقتوں پر ناجائز حد تک اعتماد نہ رکھتے تو ہم بھی ایجاداتِ حربیہ میں آج اُن کے ہم پلہ ہو سکتے تھے۔ (جاری ہے)

جامعہ مدنیہ جدید کے فوری توجہ طلب ترجیحی اُمور

(۱) زیرِ تعمیر مسجد حامدؒ کی تکمیل

(۲) طلباء کے لیے مجوزہ دَارالاقامہ (ہوسٹل) اَور درسگاہیں

(۳) اَساتذہ اَور عملہ کے لیے رہائش گاہیں

(۴) کتب خانہ اَور کتابیں

(۵) زیرِ تعمیر پانی کی ٹنکی کی تکمیل

ثواب جاریہ کے لیے سبقت لینے والوں کے لیے زیادہ اَجر ہے۔

قسط : ۱۲

اَنفاسِ قدسیہ

قطبِ عالم شیخ الاسلام حضرت مولانا سیّد حسین احمد صاحب مدنی ؒ کی خصوصیات

﴿ حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمن صاحب ؒ بجنوری ﴾
فاضل دارُالعلوم دیو بند و خلیفہ مجاز حضرت مدنی ؒ

٭٭٭

اِحیاءِ سنت :

آنحضرت ﷺ کا اِرشادِ گرامی ہے :

مَنْ تَمَسَّکَ بِسُنَّتِیْ عِنْدَ فَسَادِ اُمَّتِیْ فَلَہٗ اَجْرٌ مِائَةِ شَہِیْدٍ (مشکوة)

''جس نے میری سنت کو فسادِ اُمّت کے وقت زندہ کیا اُس کو سو شہیدوں کا ثواب ملے گا۔''

اِس گئے گذرے دَور میں جبکہ لوگ فرائض کو بھی فراموش کیے ہوئے ہیں آپ نے نہ معلوم کتنی ایسی سنتوں کا احیاء کیا جن کو لوگ بالکل بُھلا چکے تھے۔

جب کبھی آپ کو جمعہ کے روز نمازِ فجر پڑھانے کا اِتفاق ہوتا تو سورۂ دہر اَور سورۂ الم سجدہ ضرور تلاوت فرماتے اَور اِرشاد فرمایا کرتے تھے کہ ہندوستان بھر کے ائمہ مساجد نے اِس سنت کو ترک ہی نہیں کیا بلکہ بُھلا دیا ہے اِس وجہ سے پڑھتا ہوں کہ ائمہ مساجد اِس طرف توجہ کریں۔

رمضان شریف میں صلوة الوتر میں سورہ اعلیٰ اَور سورۂ کافرون اَور سورۂ اخلاص بالترتیب اَکثر تلاوت فرماتے تھے اِسی طرح جمعہ کی نماز میں سورۂ اَعلی اَور سورۂ غاشیہ تلاوت فرماتے تھے۔

علاوہ اَزیں ڈاڑھی مُنڈانے پر (جو فی زمانہ فیشن بن گئی ہے اَور لوگ ڈاڑھی منڈانے کو برا نہیں سمجھتے) سخت نکیر فرماتے کوئی ڈاڑھی منڈا آپ کے پاس آتا تو بہت خفاء ہوتے اَور فرماتے کہ تمہیں رسول اللہ ﷺ کی صورت سے نفرت ہے تو حسین احمد کے پاس کیوں آتے ہو، تم نے سِکھ کو ڈاڑھی منڈاتے دیکھا ہے غرض کہ اِسی طرح تنبیہ فرما کر ہزاروں مسلمانوں کو ڈاڑھی مونڈنے کے گناہ سے باز رکھا۔

اِسی طرح مہرِ فاطمی پر نہایت سختی سے عمل فرماتے تھے اُس نکاح کو نہ پڑھاتے تھے جس میں مہرِ فاطمی نہ

باندھا جاتا ہو۔ آپؒ فرماتے تھے کہ کیا آپ کی صاحبزادی رسول اللہ ﷺ کی صاحبزادی سے زیادہ اَفضل ہے چنانچہ ہزاروں نکاح مہرِ فاطمی پر محض آپ کی بدولت ہوئے۔ مہروں کی اِنتہائی بے تکی زیادتی کو آپ نے ختم کرکے مہرِ فاطمی کا طریقہ رائج کیا۔

ہمیشہ موٹا کپڑا پہننا پسند فرماتے تھے، سردی، گرمی ہر موسم میں گاڑھے کو اِستعمال کرتے تھے حتی کہ جس میّت پر گاڑھے کا کفن نہ ہوتا تھا اُس کی نمازِ جنازہ نہ پڑھاتے تھے (اِس مسئلہ پر شرعی نقطہ نظر سے کسی دُوسرے وقت بحث کریں گے اِنشاء اللہ تعالیٰ) اَور فرمایا کرتے تھے گاڑھا استعمال کرنے میں غریبوں (بیواؤں وغیرہ) کا بھلا ہوتا ہے۔ غرض کہ حضرتؒ نے بہت سی سنتوں کو زندہ کیا ہے۔

اِتباعِ سنت :

آپؒ کی زندگی کا کوئی گوشہ اِتباعِ سنت سے خالی نہیں پایا جاتا۔ اُٹھنا بیٹھنا، سونا جاگنا، کھانا پینا، پہننا، گفتگو کرنا غرض کہ جسم شریف کے کسی عضو کی حرکت خلافِ سنت نہیں ہوتی تھی اَور حقیقتاً یہ بڑے کمال کی چیز ہے کہ مجاہدہ و ریاضت ذکر و فکر سے تزکیہ نفس کرکے اِنسان کا ہوا میں اُڑنا اَور پانی پر چلنا اِتنا دُشوار نہیں ہے جتنا دُشوار اِتباعِ سنت ہے اَور یہی جہادِ اَکبر ہے کیونکہ اپنے نفس کے تقاضے اَور اپنی مرضیات کو فناء کرکے محبوبِ اعظم جنابِ رسول اللہ ﷺ کی مرضی کے مطابق اپنے آپ کو ڈھالنا ہے۔

آج جبکہ معمولی قسم کے اِنسانوں کی نقل اُتارنے اَور اُس کی روِش اِختیار کرنے میں بڑی مشق اَور نفس کشی کی ضرورت پڑتی ہے تو مافوق الفطرت اِنسان تاجدارِ اَنبیاء جنابِ رسول اللہ ﷺ کی خو اِختیار کرنا کتنا بڑا مشکل کام ہے۔ اگر ہمارے جیسے حضرات ایک نظر حضرتؒ کی طرف دیکھ لیں تو وہ تمام اَحادیث کے ذخیرے جو بڑی بڑی کتابوں میں منتشر ہیں مع شرح کے آپ کی زندگی میں پائیں گے جس کو کوئی حدیث یاد کرنی ہو وہ حضرتؒ کو ایک بار دیکھ لیتا تو یقیناً حدیث مع شرح کے یاد ہو جاتی۔

لہٰذا جس اِنسان کے اِتباعِ سنت کا یہ حال ہو اُس کی زندگی کے حالات لکھنا یا بیان کرنا اِس کا مطلب بعینہٖ یہ ہوگا کہ اَحادیث رسول اللہ ﷺ کے تمام ذخیروں کو لکھ دیا اَور بیان کر دیا جائے لیکن مضمون کے اِس عنوان کو خالی رکھنے سے زیادہ بہتر یہ ہوگا کہ کچھ نہ کچھ بطورِ نمونہ کے بیان کر دیا جائے۔

آپ کو خوشبو سے بہت زیادہ اُنس تھا ہر وقت کپڑے معطر رہتے تھے۔ زیادہ تر گلاب کا عطر اِستعمال

فرماتے تھے جس راستے سے گزرتے کافی دیر تک راستہ معطر رہتا تھا۔

بیٹھنے میں دوزانو بیٹھتے تھے اِسی طرح چلنے میں ہمیشہ نیچی نگاہ کر کے چلتے تھے۔ راستے میں اگر کوئی چیز گری پاتے تو ہٹا دیتے تھے۔ اگر راستہ میں ذرا سا کاغذ کا ٹکڑا پڑا ہوتا تو اُسے اُٹھا کر ایک طرف رکھ دیتے تھے۔

کبھی کسی سائل کا سوال رَد نہیں فرماتے تھے۔ ایک مرتبہ آپ حدیث پڑھا کر تشریف لا رہے تھے کہ ایک آدمی نے سوال کیا تو دس روپیہ کا نوٹ نکال کر عنایت فرمایا۔ اپنی حاجت کے لیے کبھی کسی سے سوال نہیں کرتے تھے۔ لوگ خواہش کرتے تھے کہ حضرت ہم سے کوئی کام لے لیں چنانچہ ایک مرتبہ مہابیر تیا گی (سابق وزیر دفاع ہند) حاضر ہوئے اَور عرض کیا کہ حضور میری خواہش ہے کہ آپ مجھ سے کوئی خدمت لیں آپ نے اِرشاد فرمایا :

تمہیں غیروں سے کب فرصت ، ہم اپنے غم سے کب خالی
چلو بس ہو چکا ملنا ، نہ تم خالی نہ ہم خالی

ہر آدمی کے ساتھ عنایت کا برتاؤ کرتے تھے، ہر آدمی یہ سمجھتا تھا کہ حضرتؒ کو مجھ سے زیادہ تعلق ہے جب کسی مجلس میں تشریف لے جاتے تو لوگوں کو کھڑا ہونے سے سختی سے منع فرماتے اَور فرماتے کہ حضور ﷺ نے اِرشاد فرمایا ہے کہ لَا تَقُوْمُوْا کَمَا تَقُوْمُ الْاَعَاجِمُ مجلس میں کبھی نمایاں جگہ پر بیٹھنے کی کوشش نہیں کرتے تھے مجبورًا کوئی بٹھا دے تو دُوسری بات ہے، کبھی کسی کو پنکھا کرنے کی اِجازت نہ دیتے تھے اَور فرمایا کرتے تھے کہ کسی ضعیف حدیث سے بھی ثابت نہیں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے کبھی پنکھا کرایا ہو۔ تقریر فرماتے وقت کبھی آپ کو ہاتھ اِدھر اُدھر پھینکتے نہیں دیکھا (جیسا کہ آج کل مقرروں کا خلافِ سنت طریقہ ہے) بلکہ کبھی زیادہ ضرورت ہوتی تو کرسی یا چھڑی پر رکھے ہوئے دستِ مبارک کی اُنگلیوں سے اِشارہ فرما دیتے۔

آپ اَندازہ لگائیں جب روزمرہ کی عام زندگی میں اِتباعِ سنت کا یہ حال ہے تو عبادات میں کیا حال ہوگا؟

غیر اِختیاری سنت :

اِس عاشق رسول ﷺ کا یہ حال دیکھ کر کچھ سنتوں کو اللہ تعالیٰ نے خود پورا کرنے کا اِنتظام کر دیا یعنی علاوہ جیل اَور پتھر اَور گالیاں کھانے کی سنتوں کے آنحضرت ﷺ کی طرح آپ پر سحر بھی کرایا گیا

چنانچہ جس مرض میں حضرت ؒ کا وصال ہوا ہے اُس میں آپ پر کئی مرتبہ سحر کرایا گیا تھا۔

یہ بات کچھ عجیب سی نہیں ہے کہ معاصرت، عداوت، حسد، عناد، بغض، کینہ یہ اَمراض ایسے ہیں کہ جن کی بناء پر اِن اَمراض میں مبتلاء آدمی اپنے مخالف کے لیے سب کچھ کر گزرتا ہے۔ ایک وقت تھا کہ میں اِس قسم کی حرکات کو دینداروں، مذہبی خطابات اَور ڈگریاں رکھنے والوں کے بارے میں بعید اَز قیاس جانتا تھا لیکن ۱۹۷۸ء کے بعد سے پانچ سال مسلسل میرے ساتھ اُن درویش صورت شیطان صفت اِنسانوں نے وہ حرکات کی ہیں کہ اِیمانیت نہیں اِنسانیت شرمندہ ہے، وہ لوگ جو شاگرد ہوں مرید ہوں، پروردہ ہوں وہ اپنے اُستاذ، پیر، مربی اَور محسن کے ساتھ اِنسانیت کش ہتک آمیز برسہابرس حرکتیں کریں لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ اِس لیے اَب یقین آگیا ہے کہ حضرت قدس سرہٗ سے کینہ، حسد، بغض اَور معاصرت کی آگ دِلوں میں پوشیدہ رکھنے والوں نے ضرور یہ حرکت کی ہوگی، واللہ اَعلم۔ (جاری ہے)

۞ ۞ ۞

وفیات

۲۷ مئی کو گلاسگو اِنگلینڈ کے جناب الحاج خلیق الزماں صاحب کی جواں سالہ عالمہ صاحبزادی مختصر علالت کے بعد وفات پاگئیں۔ اللہ تعالیٰ حاجی صاحب اَور اُن کے اہلِ خانہ کو اِس عظیم ناگہانی حادثہ پر صبرِ جمیل عطاء فرمائے اَور مرحومہ کی مغفرت فرماکر جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطاء فرمائے۔

جناب بلال میر صاحب کی ہمشیرہ صاحبہ ماہ اپریل میں وفات پاگئیں۔

جناب ریحان علی صاحب کے ماموں طویل علالت کے بعد گزشتہ ماہ وفات پاگئے۔

۱۸ مئی کو ڈاکٹر محمد امجد صاحب کے بڑے بھائی جناب محمد اَفضل صاحب کی بیٹی طویل علالت کے بعد وفات پاگئی۔ اللہ تعالیٰ اُس کو والدین کے لیے ذخیرہ آخرت بنائے اَور لواحقین کو صبرِ جمیل کی توفیق عطاء فرمائے۔

اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ

اللہ تعالیٰ جملہ مرحومین کی مغفرت فرماکر جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے۔ جامعہ مدنیہ جدید اَور خانقاہِ حامدیہ میں جملہ مرحومین کے لیے اَیصالِ ثواب کرایا گیا اللہ تعالیٰ قبول فرمائے، آمین۔

قسط : ۲۹

تربیتِ اَولاد

﴿ اَز افادات : حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ ﴾

زیرِ نظر رسالہ ''تربیتِ اولاد'' حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کے اِفادات کا مرتب مجموعہ ہے جس میں عقل و نقل اور تجربہ کی روشنی میں اَولاد کے ہونے ، نہ ہونے ، ہو کر مرجانے اور حالتِ حمل اور پیدائش سے لے کر زمانۂ بلوغ تک رُوحانی و جسمانی تعلیم و تربیت کے اِسلامی طریقے اَور شرعی احکام بتلائے گئے ہیں۔ پیدائش کے بعد پیش آنے والے معاملات ، عقیقہ، ختنہ وغیرہ اُمور تفصیل کے ساتھ ذکر کیے گئے ہیں، مرد عورت کے لیے ماں باپ بننے سے پہلے اور اُس کے بعد اِس کا مطالعہ اَولاد کی صحیح رہنمائی کے لیے انشاء اللہ مفید ہوگا۔ اِس کے مطابق عمل کرنے سے اَولاد نہ صرف دُنیا میں آنکھوں کی ٹھنڈک ہوگی بلکہ ذخیرۂ آخرت بھی ثابت ہوگی اِنشاء اللہ۔ اللہ پاک زائد سے زائد مسلمانوں کو اِس سے استفادہ کی توفیق نصیب فرمائے۔

سختی کرنے کی ضرورت اَور اسکے طریقے ، اِصلاح و تربیت کے لیے سختی کرنے کی ضرورت :

بعض اَوقات اگر ایک بات کو نرمی سے سمجھایا جائے تو دِل پر اُس کا اِتنا اَثر نہیں ہوتا اَور نہ وہ اُتنی مدت تک یاد رہتی ہے جتنا کہ سختی سے سمجھانے سے نقش کالحجر (پتھر کی لکیر کی طرح) ہوجاتی ہے۔

بعض لوگوں کی سختی کے بغیر اِصلاح نہیں ہوتی ، ایسی حالت میں اگر سختی نہ کی جائے تو خیانت ہے اگر سختی کرنا بداَخلاقی ہوتا تو حضور ﷺ سے کبھی صادر نہ ہوتی (حالانکہ بعض مواقع میں حضور ﷺ سے سختی کرنا ثابت ہے)۔ (حسن العزیز)

ضرورت کے وقت بچوں پر سختی نہ کرنا اُن کو خطرہ میں ڈالنا ہے :

مشفق باپ کو اپنے بچہ کے ساتھ مخالفت ہوتی ہے جس وقت کہ بچہ بے راہی (غلط راہ) اِختیار کرتا ہے اُس وقت باپ کا مخالفت ہوتا ہے اَور بچہ کو مارتا بھی ہے۔

مشفق ماں، بیمار بچہ کی مخالفت کرتی ہے کہ جب بچہ اپنی طبیعت کے موافق غذائیں کھاتا ہے مگر ماں

اُس کو نہیں دیتی بلکہ بسا اَوقات ضد کرنے پر اُس کو مارتی بھی ہے۔

وجہ اِس کی یہ ہے کہ دونوں مثالوں میں دو قسم کے نقصان جمع ہیں ایک اَہون (یعنی ہلکا) دُوسرا اَشد (یعنی سخت) ماں باپ سخت نقصان سے بچانے کے لیے ہلکے نقصان کو اِختیار کرتے ہیں۔ اَور یہ قاعدہ کلیہ ہے کہ جس جگہ دو نقصان جمع ہوں ایک سخت، دُوسرا کم درجہ کا ہو تو اَہوان (یعنی کم درجہ والے) کو اِختیار کر لینا چاہیے مثلاً باپ نے بے راہی غلطی پر بچہ کو مارا تو یہ بھی بچہ کے حق میں ایک درجے کا نقصان ہے اَور دُوسرا نقصان یعنی بے راہی (وگمراہی) اِس سے بھی زیادہ نقصان دہ ہے کیونکہ اَگر بچہ بے راہی اِختیار کرے گا تو اُس کا اَنجام بہت ہی برا ہوگا مثلاً وہ پڑھتا نہیں یا بری صحبت میں بیٹھتا ہے جس سے آگے چل کر اُس کو بہت نقصان ہوگا اَور یہ نقصان پہلے نقصان سے بڑھ کر ہے اِس لیے باپ نے کم درجہ کے نقصان کو اِختیار کیا تا کہ بچہ بڑے نقصان سے محفوظ رہے۔

اِسی طرح ماں جو بیمار بچوں کو مختلف غذاؤں سے روکتی ہے حالانکہ یہ بچہ کے حق میں ایک درجہ کا نقصان ہے مگر ماں اِس کو اختیار کرتی ہے۔ وجہ اِس کی یہ ہے کہ یہاں بھی دو قسم کے نقصان جمع ہیں ایک سخت دُوسرا ہلکا۔ ہلکا نقصان تو غذا سے روکنا ہے اَور سخت نقصان وہ ہے جو غذا کے دینے سے ہوگا۔ وہ یہ کہ اَگر بچہ کو اُس کی منشاء کے موافق غذا دی جائے گی تو بیماری بڑھ جائے گی اَور ہلاکت تک نوبت پہنچے گی اِس لیے ماں اَہوان الضررین (یعنی کم درجے کے نقصان) کو اِختیار کرتی ہے۔

سزا دینے کی مختلف صورتیں اَور بچوں کو سزا دینے کے بہترین طریقے :

''تعزیر'' وہ سزا ہے جو تادیب (تنبیہ کرنے کے لیے) دی جائے اَور حد کے درجہ سے کم ہو۔ اَور اِس کے مختلف طریقے ہیں : (۱) ملامت کرنا (۲) ڈانٹنا (۳) ہاتھ یا لکڑی وغیرہ سے مارنا (۴) کان کھینچنا (۵) سخت اِلفاظ کہنا (٦) محبوس (یعنی قید کر دینا) (۷) مالی سزا دینا۔

بچوں کی بہتر سزا یہ ہے کہ اُن کی چھٹی بند کر دی جائے اِس کا اُن پر کافی اَثر ہوتا ہے۔

میں نے (بچوں کے لیے) دو سزائیں مقرر کر رکھی ہیں۔ ایک کان پکڑوانا جس کو مرادآباد والے بطخ یا مرغا بنوانا کہتے ہیں۔ دُوسرے اُٹھنا بیٹھنا اِس میں دونوں اِصلاحیں ہو جاتی ہیں، جسمانی بھی کیونکہ اِاِس میں ورزش ہوتی ہے اَور نفسانی یعنی اَخلاقی بھی کیونکہ اِس سے تنبیہ ہو جاتی ہے۔

مجھے بچوں کے پٹنے سے سخت تکلیف ہوتی ہے۔ بوقتِ ضرورت اگر کبھی میں مارتا ہوں تو رَسی سے مارتا ہوں اِس میں ہڈی ٹوٹنے کا خطرہ نہیں ہوتا۔

سختی کرنے کی حدود، سختی مقصود بالذات نہیں :

سختی مقصود بالذات نہیں، مقصود اِصلاح ہے جب معلوم ہو جائے کہ سختی سے نفع نہیں ہوتا تو نرمی سے اِصلاح کرتا رہے مگر اِس میں ضبط و تحمل کی ضرورت ہے جو مشکل ہے کیونکہ یہ تو آسان ہے کہ بالکل نہ بولے اَور یہ مشکل ہے کہ ناگواری میں تحمل سے بولے خاص طور پر جبکہ دُوسرا ٹیڑھا ہوتا چلا جائے۔

اَور اپنے گھر والوں کا حال خود ہی ہر شخص جانتا ہے کہ نرمی سے اِصلاح ہوگی یا سختی سے، محض سختی کرنے سے کچھ نہیں ہوتا۔

میں بھی جو لوگوں کے ساتھ اُن کی اِصلاح کے لیے سختی کرتا ہوں اَب چھوڑوں گا کیونکہ کچھ نفع نہیں ہوتا۔ ایک صاحب نے فرمایا کہ کیا (ایسی حالت میں گھر والوں کو) مطلق العنان (یعنی بالکل آزاد) چھوڑ دیا جائے؟ فرمایا نہیں، نصیحت کرتا رہے۔

زیادہ سختی کرنے اَور مارنے کے نقصانات :

آپ نے دیکھا ہوگا کہ جس شریر بچہ کو بار بار پیٹا جائے، اُٹھتے بیٹھتے لات جوتے کا معاملہ رکھا جائے وہ بے حیا ہو جاتا ہے پھر وہ کسی سے بھی نہیں ڈرتا۔

اِس سے قطع نظر ہم نے یہ بھی دیکھا ہے کہ زیادہ مارنا تعلیم و تربیت کے لیے بھی مفید نہیں ہوتا بلکہ مضر ہوتا ہے۔ ایک تو یہ کہ بچہ کے قویٰ (اَعضاء) کمزور ہو جاتے ہیں۔ دُوسرے یہ کہ ڈر کے مارے سارا پڑھا لکھا بھول جاتے ہیں۔ تیسرے یہ کہ جب پٹتے پٹتے عادی ہو جاتا ہے تو بے حیاء بن جاتا ہے پھر پیٹنے سے اُس پر کچھ اَثر نہیں ہوتا۔ اُس وقت یہ مرض لا علاج ہو جاتا ہے اَور ساری عمر کے لیے ایک بری عادت یعنی بے حیائی اُس کی طبیعت میں داخل ہو جاتی ہے۔

سزا دینے کے غلط طریقے :

ایسی وحشیانہ سزا جس کی برداشت نہ ہو سکے جیسے دھوپ میں کھڑا کر کے تیل چھوڑنا ہنٹروں سے

بے دردہو کر مارنا بڑا گناہ ہے۔ کسی آدمی یا جانور کو آگ سے جلانا جائز نہیں۔

بعض لوگوں کا دستور ہے کہ لڑکوں سے دُوسرے لڑکوں کے چپت لگواتے ہیں مگر میں اِس سے منع کرتا ہوں یہ بہت غلط طریقہ ہے کہ اِس سے آپس میں عداوت (دُشمنی) ہو جاتی ہے۔

ماں باپ کا ظلم اَور زیادتی :

غضب یہ ہے کہ بعض دفعہ چھوٹوں پر بھی بری طرح غصہ کیا جاتا ہے اَور وہ بالکل بے بس ہوتے ہیں اِن کی طرف کچھ بھی بدلہ نہیں ہوسکتا۔ بچوں پر جو ظلم ماں باپ کی طرف سے ہوتا ہے وہ اُسی کا ہے۔ بعضے ماں باپ ایسے قصائی ہوتے ہیں کہ بچہ کو اِس طرح مارتے ہیں جیسے کوئی جانور کو مارتا ہے بلکہ جیسے کوئی چھت کو کوٹتا ہے اَور گر کوئی منع کرے تو کہتے ہیں کہ ہمیں اِختیار ہے ہم اِس کے باپ ہیں۔

یاد رکھیے! باپ ہونے سے ملک رقبہ (یعنی اُس کی جان کی ملکیت) حاصل نہیں ہوتی ورنہ یہ بھی ہوتا کہ باپ بیٹے کو بیچ لیا کرتا۔

باپ کا رُتبہ حق تعالیٰ نے بڑا کیا ہے۔ اِس واسطے نہیں کہ چھوٹے اِس کے مِلک ہوں اَور اُس سے چھوٹوں کو تکلیف پہنچے بلکہ اِس واسطے کہ چھوٹوں کی پرورش کرے اَور اُن کو آرام دے۔ ہاں کبھی اِس آرام دینے کی ضرورت سے سزا اَور تنبیہ کرنے کی بھی ضرورت پیش آتی ہے اَور اِس کی اِجازت ہے۔

سزا میں کتنی مار مار سکتے ہیں :

تنبیہ کرنے اَور سزا دینے کی ضرورت پڑتی ہے اَور اِس کی اِجازت ہے اَور **اَلضَّرُوْرَۃُ تَتَقَدَّرُ بِقَدْرِ الضَّرُوْرَۃِ** (یعنی ضروری بقدرِ ضرورت ہی ضروری ہوتا ہے) کے قاعدے سے اُتنی ہی تادیب (سزا) دینے کی اِجازت ہوسکتی ہے جو پرورش اَور تربیت میں مفید ہو نہ اِتنی جو کہ درجہ اِیلام (سخت تکلیف اَور مصیبت) تک پہنچ جائے۔

اَور ماں باپ سے ایسی زیادتی گناہ ہونے کے علاوہ اِنسانیت اَور فطرت کے بھی خلاف ہے۔ ماں باپ کو تو حق تعالیٰ نے محض رحمت بنایا ہے اُن سے ایسی زیادتی ہونا اِس بات کی علامت ہے کہ یہ شخص اِنسانیت سے بھی خارج ہے۔

ضربِ فاحش (سخت مار) سے فقہاء نے صراحتًا منع فرمایا ہے اَور جس مار سے کھال پر نشان پڑ جائیں

اُس کو بھی فقہاء نے ضربِ فاحش میں داخل کیا ہے۔ اَور جس مار سے ہڈی ٹوٹ جائے یا کھال پھٹ جائے وہ بدرجۂ اَولیٰ منع ہے۔ لیکن ضربِ فاحش سے خود اُستاد یا باپ کو تعزیر (یعنی سزا) دی جائے گی۔

غصہ میں ہرگز نہیں مارنا چاہیے :

غصہ کو جہاں تک ہو سکے روکو۔ غصہ کی حالت میں حواس درست نہیں رہتے اُس وقت کوئی فیصلہ نہیں کرنا چاہیے۔ غصہ کے وقت طبیعت بھڑک اُٹھتی ہے اور اُس کی برائیاں اَور نقصانات پیشِ نظر نہیں رہ جاتے۔ تجربہ کر کے دیکھا گیا ہے کہ غصہ کو روکنا ہمیشہ اچھا ہوا ہے اَور جب غصہ کو جاری کیا گیا ہے تو ہمیشہ اُس کا اَنجام برا ہوا ہے۔ جب غصہ آجائے تو ہرگز کسی قول و فعل میں جلدی نہ کرے۔ حدیثوں میں بھی غصہ کے وقت فیصلہ کرنے کی ممانعت آئی ہے۔

غصہ میں بچوں کو ہرگز نہ مارا جائے بلکہ غصہ ٹھنڈا ہو جانے کے بعد سوچ سمجھ کر سزا دی جائے۔

میں بھی غصہ کے وقت کوئی فیصلہ نہیں کرتا۔ غصہ ختم ہو جانے کے بعد جب تک تین چار بار غور نہیں کر لیتا کہ واقعی یہ سزا کا مستحق بھی ہے اُس وقت تک سزا نہیں دیتا۔ (جاری ہے)

ماہنامہ اَنوار مدینہ لاہور میں اِشتہار دے کر آپ اَپنے کاروبار کی تشہیر اَور دینی اِدارہ کا تعاون ایک ساتھ کر سکتے ہیں!

نرخ نامہ

بیرون ٹائٹل مکمل صفحہ	2000		اَندرون رسالہ مکمل صفحہ	1000
اَندرون ٹائٹل مکمل صفحہ	1500		اَندرون رسالہ نصف صفحہ	500

حضرت اِمام حسن بن علی رضی اللہ عنہما

قسط : ٦ ، آخری

﴿ حضرت مولانا شاہ معین الدین صاحب ندوی ؒ ﴾

اِصلاحِ عقائد :

مذہب کی بنیاد صحتِ عقائد پر ہے اِس میں فتور پیدا ہونے سے مذہب کی پوری عمارت متزلزل ہوجاتی ہے، حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو عقیدہ کی درستی اَور اُس کی اِصلاح کا ہمیشہ خیال رہا، اِس بارے میں آپ نہایت سختی سے کام لیتے تھے۔ شیعیانِ علیؓ میں ایک جماعت کا عقیدہ تھا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عام اِنسانوں کی طرح وفات نہیں پائی اَور وہ قیامت سے پہلے ہی زندہ ہوجائیں گے، حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو اِس کی اِطلاع ہوئی تو فرمایا یہ لوگ جھوٹے ہیں خدا قسم ایسے لوگ کبھی شیعہ نہیں ہوسکتے اگر ہم کو یقین ہوتا کہ آپ عنقریب ظاہر ہوں گے تو نہ اُن کی میراث تقسیم کرتے نہ اُن کی عورتوں کا عقدِ ثانی کرتے۔ (طبقات ابن سعد تذکرہ علی بن حسینؓ)۔

عبادت :

عبادتِ الٰہی آپ کا محبوب ترین مشغلہ تھا اَور وقت کا بڑا حصہ آپ اِس میں صرف فرماتے تھے۔ اَمیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ایک شخص سے آپ کے حالات دریافت کیے اُس نے بتایا کہ فجر کی نماز کے بعد سے طلوعِ آفتاب تک مصلّٰی پر بیٹھے رہتے ہیں پھر ٹیک لگا کر بیٹھ جاتے ہیں اَور آنے جانے والوں سے ملتے ہیں دِن چڑھے چاشت پڑھ کر اُمہات المؤمنین کے پاس سلام کرنے کو جاتے ہیں پھر گھر ہوکر مسجد چلے آتے ہیں۔ (ابن عساکر ج ۴ ص ۳۰۹)

مکہ کے زمانۂ قیام میں معمول تھا کہ عصر کی نماز خانہ کعبہ میں باجماعت اَدا کرتے تھے نماز کے بعد طواف میں مشغول ہوجاتے، اَبوسعید راوی ہیں کہ حسنؓ و حسینؓ نے اِمام کے ساتھ نماز پڑھی پھر حجرِ اَسود کو بوسہ دے کر طواف کے سات پھیرے کیے اَور دو رکعت نماز پڑھی، لوگوں کو جب معلوم ہوا کہ دونوں خانوادۂ نبوی کے چشم و چراغ ہیں تو مشتاقانِ جمال چاروں طرف سے پروانہ وار ٹوٹ پڑے اَور بھیڑ کی وجہ سے راستہ

رُک گیا، حضرت حسین رضی اللہ عنہ اِس ہجوم میں گھر گئے حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے ایک رکانی کی مدد سے اِنہیں ہجوم سے چھڑایا۔ ایک تختی پر سورۂ کہف لکھوائی تھی روزانہ سوتے وقت اِسے تلاوت فرماتے اَور بیویوں کے پاس ساتھ لے جاتے۔ (ماخوذ اَز ابن عساکر ج۴ ص۲۱۲ تا ۲۱۴)

ہرطرح کی سواریاں رکھتے ہوئے پا پیادہ حج کرتے تھے، اِمام نوویؒ لکھتے ہیں اِمام حسن رضی اللہ عنہ نے متعدد حج پا پیادہ کیے، فرماتے تھے کہ مجھے خدا سے حجاب معلوم ہوتا ہے کہ اُس سے ملوں اَور اُس کے گھر پا پیادہ نہ گیا ہوں۔ (تہذیب الاسماء نوویؒ ج۱ ص۱۵۸)

صدقات وخیرات :

صدقہ وخیرات اَور فیاضی وسیر چشمی آپ کا خاندانی وصف تھا لیکن جس فیاضی سے آپ خدا کی راہ میں اپنی دولت اَور مال ومتاع لُٹاتے تھے اِس کی مثالیں کم ملیں گی۔ تین مرتبہ اپنے کُل مال کا آدھا حصہ خدا کی راہ میں دے دیا اَور تنصیف میں اِتنی شدت کی کہ دو جوتوں میں سے ایک جوتا بھی خیرات کر دیا۔ (اُسد الغابہ ج۲ ص۱۳)۔ ایک مرتبہ ایک شخص بیٹھا ہوا دس ہزار درہم کے لیے دُعا کر رہا تھا آپ نے سن لیا گھر جا کر اُس کے پاس دس ہزار نقد بھجوادِیے۔ (ابن عساکر ج۴ ص۲۱۴) آپ کی اِس فیاضی سے دوست ودُشمن یکساں فائدہ اُٹھاتے تھے۔

ایک مرتبہ ایک شخص مدینہ آیا یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا دُشمن تھا اُس کے پاس زادِ رَاہ اَور سواری نہ تھی اُس نے مدینہ والوں سے سوال کیا، کسی نے کہا یہاں حسن رضی اللہ عنہ سے بڑھ کوئی فیاض نہیں اُن کے پاس جاؤ چنانچہ وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا آپ نے سواری اَور زادِ رَاہ دونوں کا اِنتظام کر دیا۔ لوگوں نے اعتراض کیا کہ آپ نے ایسے شخص کے ساتھ کیوں سلوک کیا، یہ آپ اَور آپ کے والدِ بزرگوار دونوں سے بغض رکھتا ہے۔ فرمایا کیا اپنی آبرو نہ بچاؤں۔ (ابن عساکر ج۴ ص۲۱۴)

لیکن آپ کی دولت سے وہی لوگ متمتع ہوتے تھے جو دَر حقیقت اِس کے مستحق ہوتے۔ ایک مرتبہ آپ نے ایک بڑی رقم فقراء اَور مساکین کے لیے جمع کی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اِس کی تقسیم کا اعلان کر دیا لوگ سمجھے کہ اعلان صلائے عام ہے اِس لیے جوق دَر جوق جمع ہونے لگے آدمیوں کی یہ بھیڑ دیکھ کر حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے اعلان کیا کہ یہ رقم صرف فقراء ومساکین کے لیے ہے اِس اعلان پر تقریبًا آدھے آدمی

چھٹ گئے اَور سب سے پہلے اَشعب بن قیس نے حصہ پایا۔(ابن عساکر ج ۴ ص ۲۱۴)

آپ نہ صرف خود بھی فیاض تھے بلکہ دُوسروں کی فیاضی دیکھ کر خوش ہوتے تھے۔ایک مرتبہ مدینہ کے کسی کھجور کے باغ کی طرف گزرے، دیکھا ایک حبشی غلام ایک روٹی لیے ایک لقمہ خود کھاتا ہے اَور دُوسرا کتے کو دیتا ہے۔اِسی طریقہ سے آدھی روٹی کتے کو کھلا دی۔آپ نے غلام سے پوچھا کتے کو دُھتکار کیوں نہ دیا، اُس نے کہا کہ میری آنکھوں کو اِس کی آنکھوں سے حجاب معلوم ہوتا تھا، پھر پوچھا کہ تم کون ہو؟ اُس نے کہا اَبان بن عثمان کا غلام ہوں، پوچھا باغ کس کا ہے؟ معلوم ہوا اُنہی کا ہے۔فرمایا اچھا جب تک میں لوٹ نہ آؤں تم کہیں نہ جانا۔یہ کہہ کر اُسی وقت اَبان کے پاس گئے اَور باغ اَور غلام دونوں خرید کر واپس آئے اَور غلام سے کہا میں نے تم کو خرید لیا، وہ تعظیمًا کھڑا ہو گیا اَور عرض کیا مولائی، خدا، رسول اَور آقا کی خدمت گزاری کے لیے حاضر ہوں جو حکم ملے۔آپ نے فرمایا میں نے باغ بھی خرید لیا، تم خدا کی راہ میں آزاد ہو اَور باغ تم کو ہبہ کرتا ہوں۔غلام پر اِس کا یہ اَثر پڑا کہ اُس نے کہا آپ نے مجھے جس کی راہ میں آزاد فرمایا ہے اُس کی راہ میں میں یہ باغ دیتا ہوں۔(ابن عساکر ج ۴ ص ۲۱۴) اِس قسم کے واقعات بہت سے ہیں۔آپ کی فیاضی مشہور تھی مدینہ میں جو حاجت مند آتا تھا لوگ اُس کو آپ ہی کے دَرِ دولت کا پتہ دیتے تھے۔

خوش خلقی :

اِس فیاضی کے ساتھ آپ حد درجہ خوش خلق بھی تھے، اپنا کام چھوڑ کر دُوسروں کی حاجت پوری فرماتے تھے، ایک مرتبہ ایک شخص حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے پاس اپنی ضرورت لے کر گیا آپ معتکف تھے اِس لیے معذرت کر دی، یہاں سے جواب پا کر وہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے پاس آیا آپ بھی معتکف تھے مگر اعتکاف سے نکل کر اُس کی حاجت پوری کر دی، لوگوں نے کہا حسینؓ نے تو اِس شخص سے اعتکاف کا عذر کیا تھا، فرمایا خدا کی راہ میں کسی بھائی کی حاجت پوری کر دینا میرے نزدیک ایک مہینہ کے اعتکاف سے بہتر ہے۔(ابن عساکر جلد نمبر ۴ تذکرہ حسینؓ)

ایک دِن آپ طواف کر رہے تھے اِسی حالت میں ایک شخص نے آپ کو اپنی ضرورت کے لیے ساتھ لے جانا چاہا، آپ طواف چھوڑ کر اُس کے ساتھ ہو گئے اَور جب اُس کی ضرورت پوری کر کے واپس ہوئے تو کسی حاسد نے اعتراض کیا کہ آپ طواف چھوڑ کر اُس کے ساتھ چلے گئے؟ فرمایا آنحضرت ﷺ کا فرمان

ہے کہ جو شخص اپنے مسلمان بھائی کی ضرورت پوری کرنے کے لیے جاتا ہے اَور اُس کی ضرورت پوری ہوجاتی ہے تو جانے والے کو ایک حج اَور ایک عمرہ کا ثواب ملتا ہے اَور اگر نہیں پوری ہوتی تو بھی ایک عمرہ کا، ایسی صورت میں کس طرح نہ جاتا، میں نے طواف کے بجائے پورے ایک حج اَور ایک عمرہ کا ثواب حاصل کیا اَور پھر واپس ہو کر طواف بھی پورا کیا۔ (ابن عساکر جلد نمبر۴ تذکرہ حسینؓ)

ضبط و تحمل :

آنحضرت ﷺ نے ایک موقع پر اِرشاد فرمایا تھا کہ ''حسن کو میرا علم اَور میری صورت ملی ہے'' حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی ذات اِس اِرشادِ گرامی کی مجسم تصدیق تھی جو دستبرداری کے حالات میں پہلے گزر چکا ہے کہ نا آشنائے حقیقت آپ کو کن کن نازیبا کلمات سے خطاب کرتے تھے، کوئی ''مُذَلِّلُ الْمُؤْمِنِیْنَ'' کوئی ''مُسَوِّدُ وُجُوْہِ الْمُسْلِمِیْن''، کوئی ''عَارُ الْمُؤْمِنِیْنَ'' کہتا، لیکن اِس پیکرِ علم کی جبیں پر شکن نہ پڑتی اَور نہایت نرمی سے جواب دیتا کہ ''میں ایسا نہیں ہوں اَلبتہ مُلک کی طمع میں مسلمانوں کی خونریزی نہیں پسند کی۔''

مروان جمعہ کے دِن منبر پر چڑھ کر برسرِ عام حضرت علی رضی اللہ عنہ پر سب وشتم کرتا تھا حضرت حسن رضی اللہ عنہ اُس کی گستاخیوں کو اپنے کانوں سے سنتے اَور خاموشی کے سوا کوئی جواب نہ دیتے۔ ایک مرتبہ اُس نے ایک شخص کی زبانی نہایت فحش باتیں کہلا بھیجیں۔ آپ نے سن کر صرف اِس قدر جواب دیا کہ اُس سے کہہ دینا کہ خدا کی قسم میں تم کو گالی دے کر تم سے دُشنام دہی کا داغ نہ مٹاؤں گا۔ ایک دِن ہم دونوں خدا کے حضور میں حاضر ہوں گے اگر تم سچے ہو تو خدا تمہاری سچائی کا بدلہ دے گا اَور اگر جھوٹے ہو تو وہ بڑا منتقم ہے۔ (تاریخ الخلفاء سیوطی ص ۱۸۹)

ایک مرتبہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ اَور مروان میں کچھ گفتگو ہو رہی تھی، مروان نے رُو دَر رُو نہایت درشت کلمات اِستعمال کیے لیکن آپ سن کر خاموشی سے پی گئے۔ (تاریخ الخلفاء سیوطی ص ۱۸۹)

اِس معمولی ضبط و تحمل سے مروان جیسے شقی اَور سنگدل پر بھی اَثر تھا چنانچہ آپ کی وفات کے بعد آپ کے جنازہ پر روتا تھا۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے کہا اَب کیوں روتے ہو، تم نے اُن کے ساتھ کیا کیا نہ کیا۔ اُس نے پہاڑ کی طرف اِشارہ کر کے کہا، میں نے جو کچھ کیا وہ اِس سے زیادہ حلیم و بردبار کے ساتھ کیا۔ (ابن عساکر ج۴ ص ۲۱۶)

حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی زبان کبھی کسی تلخ اَور فحش کلمہ سے آلودنہیں ہوئی۔ اِنتہائی غصہ کی حالت میں بھی وہ '' رَغِفَ اَنْفُہٗ '' تیری ناک خاک آلود ہو سے زیادہ نہ کہتے تھے جو عربی زبان میں بہت معمولی بات ہے۔ اَمیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حسن رضی اللہ عنہ کی سب سے زیادہ سخت کلامی کا نمونہ یہ ہے کہ ایک مرتبہ اُن میں اَور عمرو بن عثمان میں ایک زمین کے بارے میں جھگڑا ہو گیا، اُنہوں نے ایک مفاہمت کی صورت پیش کی مگر عمرو اُس پر رضامند نہیں ہوئے۔ اُن کے اِنکار پر حسن رضی اللہ عنہ کو غصہ آگیا اَور اُنہوں نے جھلاّ کر کہا لَیْسَ لَہٗ عِنْدَنَا اِلَّا مَا رَغِفَ اَنْفُہٗ . (یعقوبی ج۲ ص۲۶۹)

کتاب الفضائل :

یوں تو حضرات حسنین علیہما السلام کی ذات گرامی مجمع الفضائل تھی لیکن آنحضرت ﷺ کی غیر معمولی محبت وشفقت آپ کی فضیلت کا نمایاں باب ہے، کتبِ اَحادیث وسیر کے اَبواب الفضائل اِن دونوں کے فضائل سے بھرے ہوئے ہیں، اُن میں سے کچھ فضائل نقل کیے جاتے ہیں چونکہ آنحضرت ﷺ کو دونوں بھائیوں کے ساتھ یکساں محبت تھی اِس لیے بعض اِمتیازی اَور اِنفرادی فضائل کے علاوہ عموماً اَور بیشتر دونوں کے فضائل اِس طرح مشترک ہیں کہ اُن دونوں کا جدا کر کے لکھنا مشکل ہے، اِس لیے دونوں کے فضائل لکھ دیے جاتے ہیں۔

آنحضرت ﷺ کو اپنے تمام اہلِ بیت میں حضراتِ حسنین رضی اللہ عنہما سے بہت زیادہ محبت تھی، حضرت اَنس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے تھے کہ اہلِ بیت میں مجھ کو حسن رضی اللہ عنہ و حسین رضی اللہ عنہ سب سے زیادہ محبوب ہیں۔ (ترمذی فضائل حسن رضی اللہ عنہ و حسین رضی اللہ عنہ)

آپ خدا سے بھی اپنے اِن محبوبوں کے ساتھ محبت کرنے کی دُعا فرماتے تھے۔ حضرت اَبو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ قینقاع کے بازار سے لوٹا تو آپ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لے گئے اَور پوچھا بچے کہاں ہیں ؟ تھوڑی دیر میں دونوں دوڑتے ہوئے آئے اَور رسول اللہ ﷺ سے چمٹ گئے، آپ نے فرمایا : ''خدایا میں اِن کو محبوب رکھتا ہوں اِس لیے تو بھی اِنہیں محبوب رکھ اَور اِن کے محبوب رکھنے والے کو بھی محبوب رکھ۔'' (مسلم شریف)

دُوسری روایت میں اِن کا بیان ہے کہ اِس شخص (حسن رضی اللہ عنہ) کو اُس وقت سے میں محبوب رکھتا ہوں

جب سے میں نے اِن کو رسول اللہ ﷺ کی گود میں دیکھا، یہ ریش مبارک میں اُنگلیاں ڈال رہے تھے اَور رسول اللہ ﷺ اپنی زبان اِن کے منہ میں دے کر فرماتے تھے کہ ''خدایا میں اِن کو محبوب رکھتا ہوں اِس لیے تو بھی محبوب رکھ۔'' (مستدرک حاکم ج ۳ فضائل حسنؓ و حسینؓ)

حسن رضی اللہ عنہ کو دَوش مبارک پر سوار کر کے خدا سے دُعا فرماتے تھے کہ ''خداوندا میں اِس کو محبوب رکھتا اِس لیے تو بھی محبوب رکھ۔'' (ترمذی فضائل حسنؓ و حسینؓ)

عبادت کے موقع پر بھی حسنؓ و حسینؓ کو دیکھ کر ضبط نہ کر سکتے تھے، اَبو بریدہ رضی اللہ عنہ روایات کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ ہم لوگوں کے سامنے خطبہ دے رہے تھے کہ اِتنے میں حسنؓ و حسینؓ سرخ قمیص پہنے ہوئے خراماں خراماں آتے ہوئے دِکھائی دیے اِنہیں دیکھ کر رسول اللہ ﷺ منبر سے اُتر آئے اَور دونوں کو اُٹھا کر اپنے سامنے بٹھا لیا اَور فرمایا خدا نے سچ کہا ہے کہ تمہارا مال اَور تمہاری اَولاد فتنہ ہیں، اِن دونوں بچوں کو خراماں خراماں آتے ہوئے دیکھ کر میں ضبط نہ کر سکا اَور خطبہ توڑ کر اِن کو اُٹھا لیا۔ (ترمذی)

حسنؓ و حسینؓ نماز پڑھنے کی حالت میں آپ کے ساتھ طِفلانہ شوخیاں کرتے تھے لیکن آپ نہ اِنہیں روکتے تھے اَور نہ اِن کی شوخیوں پر خفا ہوتے تھے بلکہ اِن کی طِفلانہ اَداؤں کو پورا کرنے میں اِمداد دیتے تھے۔ آنحضرت ﷺ نماز پڑھتے وقت رکوع میں جاتے تو حسنؓ و حسینؓ دونوں ٹانگوں کے اَندر گھس جاتے آپ اِن دونوں کے نکلنے کے لیے ٹانگیں پھیلا کر راستہ بنا دیتے (تہذیب التہذیب ج ۲ ص ۲۹۶)۔ آپ ﷺ سجدہ میں ہوتے تو دونوں جست کر کے پشت مبارک پر بیٹھ جاتے، آپ اُس وقت تک سجدہ سے سر نہ اُٹھاتے جب تک دونوں خود سے نہ اُتر جاتے۔ (اَصابہ ج ۲ تذکرہ حسنؓ)

دَوش مبارک پر سوار کر کے کھلانے کے لیے نکلتے، ایک مرتبہ آپ ﷺ حسنؓ کو کندھے پر لے کر نکلے، ایک شخص نے دیکھ کر کہا، میاں صاحبزادے کیا اچھی سواری ہے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: سوار بھی تو کتنا اچھا ہے۔ (ترمذی مناقب الحسنؓ والحسینؓ)

کبھی کبھی دونوں کو چادر میں چھپاتے ہوئے باہر تشریف لاتے۔ اُسامہ بن زید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ شب کو میں رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک ضرورت سے گیا، آپ کوئی چیز چادر میں چھپائے ہوئے تشریف لائے، میں اپنی ضرورت پوری کر چکا تو پوچھا آپ چادر میں کیا چھپائے ہیں؟ آپ

نے چادر ہٹادی تو اُس میں سے حسنؓ و حسینؓ برآمد ہوئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''یہ دونوں میرے بچے اَور میری لڑکی کے لڑکے ہیں، خدایا! میں اِن دونوں کو محبوب رکھتا ہوں اِس لیے تو بھی اِن کو محبوب رکھ اَور اِن کو محبوب رکھنے والے کو بھی محبوب رکھ۔'' (ترمذی مناقب الحسنؓ والحسینؓ)

نبوت کی حیثیت کو چھوڑ کر جہاں تک رسول اللہ ﷺ کی بشری حیثیت کا تعلق ہے حسنؓ و حسینؓ کی ذات گویا ذاتِ محمدی ﷺ کا جزء تھی۔ یعلیٰ بن مرہ راوی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ: ''حسینؓ مجھ سے ہیں اَور میں حسینؓ سے ہوں، جو شخص حسینؓ کو دوست رکھتا ہے خدا اُس کو دوست رکھتا ہے، حسینؓ اِسباط کے ایک سبط ہیں۔'' (ترمذی مناقب الحسنؓ والحسینؓ)

حسنؓ و حسینؓ کو آپ اپنے جنت کے گل خندان فرماتے تھے، ابن عمرؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے تھے کہ ''حسنؓ و حسینؓ میرے جنت کے دو پھول ہیں۔'' (بخاری کتب المناقب، باب مناقب الحسنؓ والحسینؓ)۔ حسنؓ و حسینؓ نوجوانانِ جنت کے سردار ہیں۔ حذیفہ راوی ہیں کہ ایک مرتبہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مغرب اَور عشاء کی نماز پڑھی، عشاء کی نماز کے بعد آنحضرت ﷺ تشریف لے چلے، میں بھی پیچھے ہولیا، میری آواز سن کر آپ نے فرمایا کون؟ حذیفہ! میں نے عرض کیا جی، فرمایا خدا تمہاری اَور تمہاری ماں کی مغفرت کرے، تمہاری کوئی ضرورت ہے؟ دیکھو اَبھی یہ فرشتہ نازل ہوا ہے جو اِس سے پہلے کبھی نہ آیا تھا اِس کو خدا نے اِجازت دی ہے کہ وہ مجھے سلام کہے اَور مجھے بشارت دے کہ فاطمہؓ جنت کی عورتوں کی اَور حسنؓ و حسینؓ جنت کے نوجوانوں کے سردار ہیں۔ (ترمذی مناقب الحسنؓ والحسینؓ)

اِنفرادی فضائل :

اِن مشترک فضائل کے علاوہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے کچھ اِمتیازی فضائل الگ ہیں جو اِنہیں حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے ممتاز کرتے ہیں۔ اُن فضائل میں سب سے بڑی فضیلت یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے اِن کے متعلق پیشنگوئی فرمائی تھی کہ ''میرا یہ بیٹا سیّد ہے، خدا اِس کے ذریعہ سے مسلمانوں کے دو بڑے گروہوں میں صلح کرائے گا۔'' (مستدرک حاکم ج ۳ فضائل حسنؓ) اَمیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے صلح کے وقت حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے اِس پیشن گوئی کی عملی تصدیق فرمائی، ایک موقع پر فرمایا کہ ''حسنؓ کو میرا حِلم عطاء ہوا ہے۔'' ❁ ❁ ❁

قسط : ۱

اُستاذ العلماء والقراء

حضرت مولانا قاری شریف اَحمد صاحب نور اللہ مرقدہٗ

حالات وخدمات

﴿ جناب مولانا حافظ تنویر اَحمد صاحب شریفی، خطیب جامع مسجد سٹی اسٹیشن، کراچی ﴾

متحدہ ہندوستان میں بعض علاقے بڑے مردم خیز ہوئے ہیں، اگر یہ کہا جائے کہ وہ علاقے ''علم دوست'' تھے تو بے جا نہ ہوگا جیسے نانوتہ، گنگوہ، سہارنپور، تھانہ بھون، کاندھلہ، لکھنو، دہلی وغیرہ۔ اِنہی میں ایک قصبہ کیرانہ ضلع مظفر نگر بھی ہے جو مناظر اِسلام حضرت مولانا رحمت اللہ صاحب کیرانویؒ کی بابرکت شخصیت کی وجہ سے بہت معروف ہے۔ اِسی قصبے کو تاریخ کے ہر دور میں جید علماء و مشائخ کے وجود نے شہرت بخشی۔ گذشتہ ساٹھ سالہ تاریخ میں حضرت مولانا قاری شریف احمد صاحبؒ کی ذات ستودہ صفات نے قرآن کریم سے عشق، درس وتدریس کے شوق اَور اِستقامت عمل سے اِس کی عزت وشہرت میں اِضافہ کیا ہے۔ اَفسوس کہ ہم اِن بزرگ ہستی کو جنہیں کل تک ''مدظلہ العالی'' کہتے ہوئے مسرت محسوس کرتے تھے آج اُنہیں ''رحمہ اللہ'' اَور ''قدس اللہ سرہ'' لکھتے ہوئے ہاتھ لرز رہے ہیں اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ !

پیدائش :

حضرت قاری صاحبؒ کیرانہ ضلع مظفر نگر میں ۱۳۳۲ھ/۱۹۱۴ء میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد ماجد حاجی نیاز اَحمد ابن حضرت پیر غلام محمدؒ ایک دیندار تاجر تھے۔ آپ کے دادا حضرت پیر غلام محمد صاحبؒ اپنے وقت کے شیخ اَور صاحبِ نسبت بزرگ تھے۔

تعلیم وتربیت:

حضرت قاری صاحب رحمہ اللہ کے والد محترم نے آپ کو کیرانہ کے مدرسۂ تعلیم القرآن میں حضرت

حافظ رحمت اللہ صاحب کیرانویؒ کے سپرد کیا، آپ نے اُن سے صرف دو سال کے عرصے میں شعبان المعظم ۱۳۴۶ھ/ فروری ۱۹۲۸ء میں قرآن کریم حفظ کرلیا۔ سترہ سال کی عمر میں پہلی مرتبہ تراویح میں قرآن مجید سنایا۔

حفظ قرآن کے بعد آپ کے والد ماجد آپ کو دہلی لے آئے جو علم کے مراکز میں سے ایک تھا علم دین کے حصول کے لیے آپ کے والد نے اِنہیں مفتی اعظم حضرت العلامہ مولانا محمد کفایت اللہ دہلوی رحمہ اللہ کے سپرد کیا اَور مدرسۂ اَمینیہ دہلی میں حضرت مفتی اعظم قدس اللہ سرہٗ کی نگرانی وسرپرستی میں تعلیم کا آغاز ہوا۔ اُسی زمانے میں تجوید کی مشق کے لیے حضرت قاری سیّد حامد حسین صاحبؒ کے پاس مدرسۂ عالیہ فتح پوری بھی جاتے رہے۔ اَبھی اُنہوں نے کافیہ کی تکمیل تک درسیات سے فراغت پائی تھی کہ ۱۳۵۱ھ/ ۱۹۳۳ء میں دارُ العلوم دیوبند میں داخل کرادیا گیا۔ دورانِ تعلیم وہ ایسے بیمار ہوئے کہ اُنہیں واپس دہلی آنا پڑا، صحت کے بعد اُنہیں مدرسۂ عالیہ فتح پوری میں داخل کرادیا گیا یہاں حضرت قاری سیّد حامد حسین صاحبؒ سے اِستفادہ مزید آسان ہوگیا جس کے لیے پہلے کئی میل کا پیدل سفر کرنا پڑتا تھا۔ مدرسۂ فتح پوری میں اُن کے داخلے کی وجہ بھی شاید یہی تھی۔ فتح پوری کے تاریخی مدرسے میں اُنہوں نے موقوف علیہ (مشکوٰۃ شریف) تک تعلیم حاصل کی۔

دورۂ حدیث شریف کے لیے جامعہ اِسلامیہ تعلیم الدین ڈابھیل چلے گئے اَور شیخ الاسلام حضرت علامہ شبیر احمد عثمانی صاحبؒ سے بخاری شریف پڑھ کر ۱۳۵۷ھ/ ۱۹۳۹ء میں سند الفراغ حاصل کی، جامعہ اِسلامیہ تعلیم الدین ڈابھیل میں فارغ التحصیل ہونے والوں میں حضرت قاری صاحبؒ کا ۷۴واں نمبر ہے۔ (تاریخ جامعہ اِسلامیہ ص ۲۵۰ طبع ہند)

علم تجوید کی تکمیل کے لیے مدرسہ فرقانیہ لکھنو تشریف لے گئے اَور ۱۲ ربیع الاوّل ۱۳۵۸ھ مطابق ۲ مئی ۱۹۲۹ء کو علم قراءت کی سند حضرت قاری عبد المالک صاحبؒ سے حاصل کی۔

فن طب میں حضرت حکیم مختار حسن [1] مرحوم (بارہ کھمبے والے، پہاڑ گنج) کی شاگردی اِختیار کی۔

اَساتذۂ کرام :

حضرت قاری صاحب رحمہ اللہ نے اپنے دَور کے بلند پایہ علمائے دین اَور ماہرین علوم وفنون سے اِستفادہ کیا تھا۔ وہ زندگی بھر اپنے اَساتذہ کے شکرگزار اَور اُن کے لیے دُعاگو رہے۔

---

[1] حضرت مولانا ڈاکٹر حبیب اللہ مختار شہیدؒ (سابق مہتمم جامعہ علوم اسلامیہ بنوریؒ ٹاؤن) کے والد گرامی۔

تفصیل اِس طرح ہے : ☆حضرت حافظ رحمت اللہ کیرانوی ☆حضرت مولانا قاری سیّد حامد حسین علی گڑھی ☆حضرت مولانا قاری عبدالملک علی گڑھی ☆مفتی اعظم حضرت مولانا محمد کفایت اللہ دہلوی ☆حضرت مولانا عبدالجلیل (دیوبند) ☆حضرت مولانا سیّد فخرالحسن دیوبندی ☆حضرت مولانا شریف اللہ خان ☆حضرت مولانا عبدالرحمٰن خان پشاوری ☆حضرت مولانا ولایت احمد سنبھلی ☆حضرت مولانا مفتی اشفاق الرحمٰن کاندھلوی ☆حضرت مولانا قاضی سجاد حسین دہلوی ☆حضرت مولانا سیّد بدر عالم میرٹھی مہاجر مدنی ☆حضرت مولانا سراج احمد رشیدی عرف بابا (تلمیذ اِمام ربانی حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی) ☆حضرت مولانا عبدالرحمٰن اَمروہوی (تلمیذ سیدنا الامام الکبیر حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ) ☆شیخ الاسلام حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی ☆حضرت حکیم مختار حسن دہلوی (قدس اللہ اسرارہم)

بیعت واِرَادَت :

بیعت واِرادت کا تعلق شیخ الاسلام حضرت مولانا سیّد حسین احمد صاحب مدنی قدس اللہ سرہٗ سے ۱۹۴۶ء میں قائم کیا۔ تقسیم ہند کے بعد اَسباق تصوف جاری تھے کہ حضرت شیخ مدنیؒ ۵؍دسمبر ۱۹۵۷ء کو وفات پاگئے۔ حضرت شیخ الاسلامؒ کی وفات کے بعد آپ کے جانشین (فدائے ملت) حضرت مرشدی مولانا سیّد اَسعد صاحب مدنی (نور اللہ مرقدہٗ) کے حکم سے شیخ الحدیث حضرت مولانا سیّد حامد میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے تعلق قائم کیا۔ حضرت شیخ الحدیثؒ نے ۱۳؍شوال المکرّم ۱۳۸۲ھ/ ۱۰؍مارچ ۱۹۶۳ء کو خلافت سے نوازا۔

حضرت قاری صاحب رحمہ اللہ نے تصوف کے سلسلے کو اپنے شیخؒ کی وفات تک آگے نہیں بڑھایا، کوئی بیعت ہونے آتا تو حضرت شیخ الحدیثؒ کے پاس بھیج دیتے۔ حضرت شیخ الحدیثؒ کی وفات کے بعد بیعت کرنا شروع کیا تھا لیکن بہت مختصر لوگوں کو بیعت فرمایا۔

مدرسۂ تعلیم القرآن شریفیہ :

تعلیم سے فراغت کے بعد اپنے حفظ کے اُستاذ حضرت حافظ رحمت اللہ صاحب کیرانویؒ اَور حضرت مولانا قاری عبدالمالک صاحبؒ کی نصیحت اَور حضرت مولانا مفتی اَشفاق الرحمٰن صاحب کاندھلویؒ کے حکم سے دہلی میں کوچۂ قابل عطار کی مسجد میں امامت اَور حوض والی مسجد نئی سڑک دہلی میں تعلیم القرآن کی ذمہ داری قبول فرمائی تھی۔ یہ سلسلہ ربیع الثانی ۱۳۵۸ھ/ جون ۱۹۳۹ء سے شروع ہوکر قیام پاکستان تک جاری رہا۔ اِس

درمیانی عرصہ میں ۲۸ طلباء قرآن مجید مکمل پڑھ کر حافظ ہوئے، ناظرہ خوان اِس کے علاوہ ہیں۔ ۱۹۴۷ء میں پورے ملک میں بالخصوص دہلی میں زندگی ایسی تہ و بالا ہوئی کہ سارا نظام بگڑ گیا اَور پچاسوں طلبا جو پڑھ رہے تھے اُن کا شیرازہ ایسا بکھرا کہ پھر اُن کو ایک نظام میں چلانا دُشوار ہوگیا، اُس وقت سے لے کر حضرت قاری صاحبؒ کی وفات تک جنہوں نے مکمل قرآن آپ سے حفظ کیا اُنکی تعداد ۲۷۵ کے قریب ہے۔

اِن کے علاوہ مفسرِ قرآن حضرت مولانا سیّد اَخلاق حسین صاحب قاسمیؒ (ہم عصر و ہم سبق اَور اَوّلین شاگرد)، حضرت مولانا محمد سعید صاحب دہلویؒ (شیخ الحدیث مدرسۂ عبدالرب، دہلی)، حضرت مولانا قاضی نصیر الدین صاحب میرٹھی، حضرت مولانا محمد احمد صاحب قادری مدظلہٗ (رابطہ عالم اِسلامی، مکہ مکرمہ، ابن حضرت حکیم مختار حسن خاں صاحب دہلویؒ)، حضرت مولانا محمد صدیق صاحب مدظلہٗ (فاضل مدرسۂ مظاہر العلوم سہارنپور)، مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا محمد رفیع صاحب عثمانی مدظلہٗ، حضرت مولانا زبیر احمد صاحب صدیقی مدظلہٗ، حضرت مولانا لیاقت علی شاہ صاحب نقشبندی، حضرت مولانا مفتی محمد اِسرار صاحب مدظلہٗ اَور مولانا محمد یوسف صاحب شمسی زادمجدہٗ نے تجوید و قراءت حضرت قاری صاحبؒ سے پڑھی۔

تقسیم ملک کے وقت آپ حج کے سفر پر تھے۔ واپسی پر کراچی کی بندرگاہ پر اُترے۔ مسلم لیگ کے طرزِ سیاست اَور اُس کے ردِّعمل نے پنجاب سے لے کر دہلی، بہار اَور بنگال تک قیامت برپا کردی تھی۔ معلوم ہوا کہ پہاڑ گنج کے باسی کراچی آگئے۔ حالات کے اِسی ریلے میں حضرت قاری صاحبؒ کے بھائی اَور والدہ محترمہ اَور دیگر بھی کراچی پہنچ چکے تھے۔ اَفراتفری کے اِس خلاء میں کسی کو قرار نہ تھا، حالات سے کوئی مطمئن نہ تھا، تقریباً ڈھائی سال اِسی عالم میں گزرے۔ اُس زمانے میں قاری صاحبؒ نے کچھ عرصے تک تجارت بھی کی، کراچی سے مال لے جا کر دہلی اَور دہلی سے کراچی لا کر بیچا کرتے تھے اِس تجارت میں آپ کے ایک شاگرد جناب حافظ محمد دین پراچہ (مرحوم) شامل تھے۔ حضرت قاری صاحبؒ ایک جمعہ کراچی اَور دُوسرا دہلی میں پڑھتے تھے۔ حافظ صاحب ٹھیا لگا کر مال بیچتے تھے۔

حضرت شیخ الاسلام مولانا سیّد حسین احمد صاحب مدنیؒ کی خواہش تھی کہ تقسیم ملک کے بعد مدرسۂ عالیہ فتح پوری دہلی میں تدریس کریں۔ اِس کے لیے ضروری ہدایات حضرت شیخؒ نے مجاہد ملت حضرت مولانا حفظ الرحمٰن صاحب سیوہارویؒ کو دی تھیں لیکن حالات ایسے بگڑ چکے تھے کہ حضرت قاری صاحبؒ کو کراچی کی

سکونت اِختیار کرنے پر مجبور ہونا پڑا، فتح پوری میں مولانا قاری محمد میاں صاحب دہلویؒ (خطیب اُونچی مسجد، بلیماران دہلی) کا تقرر ہو گیا۔

جب قدرے سکون و اِطمینان ہوا تو کراچی میں مدرسۂ تعلیم القرآن شریفیہ کا دَورِ ثانی کا دھنی مسجد، پاکستان چوک کراچی سے آغاز کیا۔ یہ ۱۳۶۸ھ/ ۱۹۴۹ء کا واقعہ ہے۔ دھنی مسجد میں یہ مدرسہ ۱۰رمحرم الحرام ۱۴۱۰ھ/ ۱۳راگست ۱۹۸۹ء بیالیس سال تک رہا۔ جب دھنی مسجد کی موجودہ تعمیر شروع ہوئی تو یہ مدرسہ پاکستان چوک ہی کے علاقے میں ایک مکان میں منتقل ہو گیا۔ اُس کے بعد مدرسہ کے لیے ایک مستقل جگہ خریدی گئی جس کا سنگِ بنیاد حضرت شیخ الاسلامؒ کے جانشین صادق مرشدی حضرت مولانا سیّد اَرشد صاحب مدنی اطال اللہ عمرہ (اُستاذ الحدیث دارُ العلوم دیوبند) کے دستِ مبارک سے ۸رشوال المکرّم ۱۴۱۸ھ/ ۶رفروری ۱۹۹۸ء بروز جمعہ صبح دس بجے رکھا گیا، والحمد للہ! مدرسہ میں اِس وقت بچوں اَور بچیوں کے لیے تعلیم القرآن کے الگ الگ شعبے قائم ہیں۔ دو صد کی قریب طلبا و طالبات زیرِ تعلیم ہیں، اَللّٰھُمَّ زِدْ فَزِدْ.

اس مدرسہ کے لیے عام چندہ نہیں کیا جاتا۔ اگر کوئی صاحب اَز خود حصہ لینا چاہیں تو اُن کی اِمداد سے اِنکار بھی نہیں کیا جاتا۔ اِس معاملے میں حضرت قاری صاحبؒ کس درجے احتیاط فرماتے تھے؟ اِس کا اَندازہ اِس سے لگایا جا سکتا ہے کہ حضرت حافظ عبدالرحمٰن صاحب مدظلہم (تلمیذ حضرت خلیفہ منشی محمد عاقل دیوبندیؒ، سابق اُستاذ شعبۂ فارسی دارُ العلوم دیوبند) فرماتے ہیں کہ میں نے ایک صاحب کو حضرت قاری صاحبؒ کے مدرسہ کی اِمداد کے لیے متوجہ کیا، مدرسہ کی عمارت ''قرآن منزل'' زیرِ تعمیر تھی، وہ صاحب ظہر کی نماز میں جامع مسجد سٹی اَسٹیشن کراچی میں حضرت قاری صاحبؒ سے ملے اَور ایک خطیر رقم پیش کی اَور کہا کہ یہ آپ کے مدرسہ کے لیے ہے اَور زکوٰۃ کی مد میں ہے۔ حضرت قاری صاحبؒ نے وہ رقم یہ کہہ کر واپس کر دی کہ ہمارے ہاں زکوٰۃ کی مد نہیں ہے۔ وہ صاحب واپس حافظ صاحب کے پاس گئے اَور کہنے لگے: کون سے مولوی صاحب کے پاس بھیج دیا، اُنہوں نے رقم یہ کہہ کر واپس کر دی؟ حضرت حافظ صاحب مدظلہم فرماتے ہیں کہ حضرت قاری صاحبؒ نے پرانی تمام رسیدیں تلف کرائیں اَور نئی رسیدیں چھپوائیں، جس پر یہ عبارت درج کرائی گئی :

''ہمارے ہاں صدقاتِ واجبہ اَور زکوٰۃ کی مد نہیں ہے''

امامت وخطابت :

دہلی میں کوچۂ قابل عطار اَور اُس کے بعد حوض والی مسجد نئی سڑک میں امامت وخطابت فرمائی تھی۔ کراچی میں سکونت کے بعد بولٹن مارکیٹ کی میمن مسجد سے امامت کے لیے بلوایا گیا لیکن اُس کا انتظام بدعتیوں کے ہاتھ میں تھا اَور پہلی دُعا، دُوسری دُعا، سلام پڑھنا اَور دیگر عوایدکی پابندی لازم تھی، جو فقۂ حنفی کیا کسی بھی فقہ میں ثابت نہیں اِس لیے اِنکار کر دیا۔ جامع مسجد سٹی اسٹیشن جو اُس وقت ۱۹۵۰ء میں چھوٹی سی تھی، امامت وخطابت کی ذمہ داری قبول فرمائی تھی اَور تاحیات یہ خدمت اَنجام دی، جب اکثر بیمار رہنے لگے تو راقم الحروف کو اپنی جگہ مقرر کیا اَور تربیت فرمانے لگے۔

تنظیم القراء والحفاظ:

۱۹۷۵ء میں تنظیم القراء والحفاظ قائم فرمائی جس کا مقصد قرآن کریم کی نشر واشاعت اَور مدرسہ تعلیم القرآن شریفیہ سے پڑھے ہوئے حفاظ کا جوڑ پیدا کرنا تھا۔ اِس تنظیم کا باقاعدہ ماہانہ اِجلاس ہوتا ہے جس میں حفاظ کرام شریک ہوتے ہیں۔ حضرت مولانا مفتی احمد الرحمٰن صاحب رحمۃ اللہ علیہ (سابق مہتمم جامعۃ العلوم الاسلامیہ بنوریؒ ٹاؤن) فرمایا کرتے تھے: حضرت قاری صاحبؒ نے حفاظ کی تنظیم کر کے ہمیں سبق دیا ہے کہ ہم بھی جامعہ کے طلبا کا جوڑ پیدا کریں۔ (جاری ہے)

قسط : ۱

اِنسدادِ توہینِ رسالت قانون سے متعلق سوالوں کا تفصیلی جائزہ

﴿ جناب مولانا قاری محمد حنیف صاحب جالندھری، ناظمِ اَعلیٰ وفاق المدارس العربیہ ﴾

گزشتہ دِنوں اِنسدادِ توہینِ رسالت سے متعلقہ قوانین اَور اِسلامی اَحکامات مختلف مقامات، مختلف حوالوں اَور پہلوؤں سے زیر بحث رہے۔ اِس موضوع پر بہت کچھ کہا سنا اَور لکھا گیا لیکن وفاقی وزارتِ قانون کی طرف سے ''پاکستان میں توہینِ رسالت کے قوانین سے متعلق اُٹھنے والے سوالوں کا تفصیلی جائزہ'' کے عنوان سے جو تفصیلی ریفرنس وزیر اعظم پاکستان کی خدمت میں بھیجا گیا، وہ ایک تاریخی دستاویز کی حیثیت رکھتا ہے اَور پھر وزیر اعظم کی طرف سے اِس کی منظوری اَور وزیر اعظم سیکرٹریٹ کی طرف سے تمام متعلقہ وزارتوں کو اِن ہی تجاویز کی روشنی میں اِقدامات اُٹھانے کی ہدایت سے اِن تجاویز کی اہمیت دو چند ہوگئی۔ یہ تجاویز کسی عالم، کسی دینی تحریک، کسی مذہبی اِدارے کی طرف سے پیش نہیں کی جارہیں اَور نہ ہی اِنسدادِ توہینِ رسالت کے قوانین پر اَب آمر کی طرف سے بنائے گئے قوانین کی پھبتی کسی جاسکتی ہے۔

تحفظ ناموسِ رسالت کے حوالے سے حالیہ جدو جہد کی تفصیلات پر مبنی ہمارے گزشتہ کالم میں اِن تجاویز کا حوالہ آیا تھا اَور ہم نے قارئین سے وعدہ کیا تھا کہ اَگلی نشست میں اِن تجاویز پر بات ہوگی مگر یہ تجاویز بذاتِ خود اِنتہائی جامع اَور مدلّل ہیں اِس لیے اِنہیں من وعن پیش کیا جارہا ہے۔

قارئین اَور بالخصوص اَربابِ علم ودَانش اِس تاریخی، قومی اَور قانونی دَستاویز کو اپنے ریکارڈ کا حصہ بنائیں اَور وہ حضرات جو اِنسدادِ توہینِ رسالت کے قانون کے حوالے سے کسی بھی قسم کے فکری مغالطے میں مبتلا ہیں وہ اِس دَستاویز میں قرآن وسنت اَور دُنیا کے مختلف ممالک میں موجود قوانین کی روشنی میں اپنے افکار و نظریات پر نظرثانی فرمائیں۔ وزارتِ قانون واِنصاف کی طرف سے بھیجی جانے والی سمری ملاحظہ فرمائیں :

(۱) وزیر اعظم پاکستان کو مختلف اَفراد، اِداروں اَور غیر ملکیوں کی طرف سے کچھ خطوط موصول ہوئے جو وزیر اعظم سیکرٹریٹ کی طرف سے U.O-NO.5(30)-FSA-2010 کے تحت 30 دسمبر 2010ء اَور ریفرنس نمبر ASIABIBI-ODW-MISC-2010 کے تحت ۱۵ر جنوری 2011ء کو وزارتِ قانون

کو بھیجے گئے ۔ وزارتِ داخلہ کی طرف سے لکھے گئے ایک خط نمبر U.O.7-32-2010-PTNS بتاریخ ۸/دسمبر کے ذریعے ایک علیحدہ ریفرنس بھی موصول ہوا۔ یہ سب ریفرنس ایک مجاز عدالت سے توہینِ رسالت کے جرم میں سزا یافتہ مسماۃ آسیہ نورین کے حوالے سے ہیں۔ اِس کے علاوہ وزارتِ اَقلیتی اُمور کی جانب سے توہین رسالت قانون میں ترمیم کے مطالبہ پر مبنی ریفرنس بھی موصول ہوا۔

(۲) وزارتِ خارجہ نے 23 نومبر 2010 ء کو اِسی موضوع پر ایک ریفرنس نمبر U.O.DG (AMERICAS)-1-2010 اِس وزارت کو بھیجا۔

(۳) 15 دسمبر 2010 ء کو قومی اسمبلی سیکرٹریٹ کی جانب سے بھی اِس وزارت کو ایک ریفرنس نمبر F.23(45)2010-LEGIS موصول ہوا جسکے تحت رکن قومی اسمبلی مسماۃ شہر بانو رحمٰن (شیری رحمٰن) کی جانب سے جمع کرائے جانے والے پرائیوٹ ممبر بل بعنوان THE CRIMINAL LAW (REVIEW OF PUNISHMENT FOR BLASPHEMY) پر رائے طلب کی گئی تھی۔ اِس بل میں پاکستان میں توہین رسالت قوانین میں ترمیم کرتے ہوئے پاکستان پینل کوڈ 1860ء اَور اِسی طرح CODE OF CRIMINAL PROCEDURE 1898 ترمیم کے لیے کہا گیا تھا۔ قومی اسمبلی سیکرٹریٹ کا سوال یوں تھا :

> ''زیر دستخطی کو یہ بتانے کی ہدایت کی گئی ہے کہ محترمہ شیریں رحمٰن ایم این اے نے ایک نجی بل بعنوان THE CRIMINAL LAW (REVIEW OF PUNISHMENT FOR BLASPHEMY) AMENDMENT BILL 2010 جمع کرانے کا نوٹس دیا ہے، لہٰذا فیصلہ کیا گیا ہے کہ مزید کارروائی سے پہلے اِس بل پر'' FEDERAL SHARIATCOURT 10 PLD 19 '' میں درج وفاقی شرعی عدالت کے فیصلہ کی روشنی میں وزارتِ قانون و اِنصاف اَور پارلیمانی اُمور کی رائے پر تبصرہ حاصل کیا جائے۔''

(۴) اِس معاملے کی نوعیت اَور اہمیت کے پیشِ نظر وزیرِ قانون و اِنصاف اَور پارلیمانی اُمور نے خود اِس معاملے میں تحقیق کی اَور قرآن، اَحادیثِ رسول، پاکستان پینل کوڈ 1860، دفعہ C-295 اَور اِس سے

متعلقہ قوانین کے ساتھ ساتھ دیگر ممالک میں توہین رسالت کے قوانین (BLASPHEMY LAW) کی روشنی میں جائزہ لیا۔

(۵) توہینِ رسالت قوانین پر حالیہ بحث مسماۃ شہر بانو رحمٰن (شیریں رحمٰن) ایم این اے کی جانب سے پیش کیے گئے ایک پرائیویٹ ممبر بل کے بعد شروع ہوئی، لہٰذا قومی اسمبلی سیکرٹریٹ کے سوال کا جواب پہلے دیا جانا ضروری ہے۔ اِس سلسلہ میں تسلیم شدہ پوزیشن کے مطابق وفاقی شرعی عدالت نے PLD 1991 FSC PAGE 10 پر رپورٹ شدہ اپنے فیصلہ میں اِس قانون کو قرآن اُور سنتِ رسول سے اَخذ کردہ اُور درست قرار دیا ہے۔

آئین کی دفعہ 203-D کے تحت وفاقی شرعی عدالت ہی اِس اَمر کی مجاز ہے کہ وہ کسی قانون کے اِسلامی یا غیر اِسلامی ہونے کا فیصلہ کرے۔ آئینی شق 203-D کے مطالعہ کے بعد شک وشبہ کی کوئی گنجائش نہیں رہتی جس میں کہا گیا ہے کہ :

''عدالت کے اِختیارات اُور فرائض عدالت اَز خود نوٹس پر یا پاکستان کے کسی شہری کی پٹیشن پر یا وفاقی یا کسی صوبائی حکومت کی پٹیشن پر یہ اِختیار رکھتی ہے کہ وہ قرآن اُور سنتِ رسول کے اُصولوں کی روشنی میں کسی بھی قانون یا اُس کی شق کے اِسلام کے مطابق یا اِسلام سے متصادم ہونے کا فیصلہ کر سکے۔''

(۶) یہ اَمر شک وشبہ سے بالاتر ہے کہ پاکستان کی پارلیمنٹ قوانین وضع کرنے، اُن پر نظر ثانی کرنے، اُن میں ترمیم کرنے، اُن کے تنسیخ کرنے کے وسیع تر اِختیارات رکھتی ہے۔ پارلیمانی طریقہ کار اُور قانون سازی کی روایات کے مطابق پارلیمنٹ کی طرف سے وضع کردہ یہ قانون کئی دہائیوں سے نافذ العمل ہے اُور آئینی عدالت کے کڑے معیار پر پورا اُتر چکا ہے۔ نجی بل جو میڈیا رپورٹ کے مطابق متعلقہ رکن نے زبانی طور پر واپس لے لیا ہے اُور اِس اَمر کی تردید بھی نہیں آئی۔ اِس میں توہین رسالت قانون کے مجوزہ پیرا گراف کا وفاقی شرعی عدالت آئینی شق 203-D کی ذیلی شق 2 کے تحت پہلے ہی باریک بینی سے جائزہ لے چکی ہے اُور اِس کے فیصلہ کی رُو سے موجود قانون قرآن وسنت کے عین مطابق ہے اُور قرار دیا گیا ہے کہ کسی بھی قسم کی متبادل سزا اِسلامی تعلیمات سے متصادم ہوگی۔ آئین کی شق D-203 کی ذیلی شق (b) کے

تحت یہ فیصلہ فوری طور پر نافذ ہو چکا ہے، اِس لیے محترمہ شہر بانو رحمٰن (شیریں رحمٰن) کا مجوزہ بل مسترد کر دینے کے قابل ہے۔

(۷) اِس معاملے پر چند قرآنی آیات کا ترجمہ پیش کیا جاتا ہے :

''اور اُن میں سے بعض پیغمبر (ﷺ) کی بدگوئی کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ شخص نِرا کان ہے (یعنی صرف سنتا ہے) اُن سے کہو کہ وہ کان ہے تو تمہاری بھلائی کے لیے ہے۔ وہ یقین لاتا ہے اَللہ پر اور یقین لاتا ہے مؤمنوں کی بات پر جو لوگ تم میں سے اِیمان لائے اُن کے لیے رحمت ہے اور جو لوگ اَللہ کے رسول کی بدگوئی کرتے ہیں اُن کے لیے درناک عذاب ہے'' (التوبہ: 61)

''جو لوگ اَللہ اور اُس کے رسول (ﷺ) کو ستاتے ہیں اَللہ نے اُن پر لعنت بھیجی دُنیا اور آخرت میں، اور اُن کے لیے ذلت والا عذاب تیار کر رکھا ہے۔'' (الاحزاب :57)

''اے اِیمان والو! اپنی آوازوں کو نبی (ﷺ) کی آواز سے بلند نہ کرو اور اُس سے تڑخ کر نہ بولو جیسے ایک دُوسرے کے ساتھ تڑخ کر بولتے ہو، (کہیں ایسا نہ ہو کہ) تمہارے (نیک) اعمال اَکارت ہو جائیں اور تم کو خبر بھی نہ ہو۔'' (الحجرات: 2)

''رسول اللہ (ﷺ) کو ایسے مت پکارو جیسے تم آپس میں ایک دُوسرے کو پکارتے ہو، اَللہ تم میں سے اُن لوگوں کو جانتا ہے جو آنکھ بچا کر پھسل نکلتے ہیں۔ لہٰذا وہ لوگ جو اُس کے حکم کی خلاف ورزی کرتے ہیں اِس بات سے ڈرتے رہیں کہ (کہیں اَچانک) اُن پر کوئی فتنہ یا کوئی تکلیف وعذاب آپڑے۔'' (النور: 63)

''تا کہ تم لوگ اَللہ اور اُس کے رسول اللہ (ﷺ) پر اِیمان لاؤ اور اُس کی مدد کرو اور اُس کی عزت کی پاسداری کرو اور صبح و شام اُس کی پاکی بیان کرتے رہو'' (الفتح: 9)

''اے اِیمان والو! نبی (ﷺ) کے گھروں میں مت داخل ہوا کرو مگر جب تمہیں کھانے کی دعوت دی جائے (پہلے ہی پہنچ کر) اُس کے پکنے کا اِنتظار مت کرتے رہو بلکہ جب تم بُلائے جاؤ تب ہی داخل ہوا کرو، پھر جب کھا چکو تو وہاں سے ہٹ جاؤ اور آپس میں

باتیں رَچا کر مت بیٹھ جاؤ۔ تمہاری اِس بات سے نبی (ﷺ) کو تکلیف ہوتی ہے لیکن وہ تم سے حیا کرتے ہیں اَور اَللہ ٹھیک بات بتانے میں حیا نہیں کرتا۔ اَور جب (اُس کی) بیبیوں سے کوئی چیز مانگنے جاؤ تو پردہ کے پیچھے سے مانگو، یہ (طریقہ) تمہارے اَور اُن کے دِلوں کی مناسبت سے زیادہ پاکیزہ ہے اَور تمہارے لیے اِس کی کوئی گنجائش نہیں ہے کہ تمہاری وجہ سے رسول اللہ (ﷺ) کو کوئی تنگی پہنچے اَور نہ ہی تم اُس کی اَزواجِ مطہرات سے اُس کے بعد کبھی بھی نکاح کر سکتے ہو کیونکہ یہ بات (یعنی نبی ﷺ کو ناگوار پہنچنا) اَللہ کے نزدیک بہت بڑا گناہ ہے۔'' (اَلاحزاب: 53)

''بیشک جو لوگ اَللہ اَور اُس کے رسول (ﷺ) کی مخالفت کرتے ہیں وہ ذلیل ترین لوگوں میں ہیں۔'' (اَلمجادلہ: 20)

''بے شک جو تیرا دُشمن ہے وہ دُم کٹا ہے۔'' (اَلکوثر: 3)

''جو لوگ اَللہ اَور اُس کے رسول (ﷺ) سے جنگ کرتے ہیں وہ زمین میں فساد کی سعی کرتے ہیں اُنکی سزا ہے ہی یہی کہ وہ قتل کیے جائیں یا سولی چڑھائے جائیں یا اُن کے ہاتھ پاؤں مخالف جانب سے کاٹے جائیں یا وہ زمین سے دُور کر دیے جائیں یہ اُن کے لیے دُنیا میں رُسوائی ہے اَور آخرت میں اُن کے لیے بڑا عذاب ہے۔'' (اَلمائدہ: 33)

''اَور اگر وہ وعدہ کر لینے کے بعد اپنی قسموں کو توڑ دیں اَور تمہارے دین میں عیب لگائیں تو تم کفر کے سرداروں سے جنگ لڑو (کیونکہ) اَب اُن کی قسمیں بالکل (قابل اعتبار) نہیں ہیں تاکہ وہ باز آجائیں۔'' (اَلتوبہ: 12)

(۸) اَب توہینِ رسالت سے متعلق حضور پاک ﷺ کی سنت اَحادیث سے کچھ مثالیں حسب ذیل ہیں :

☆ ''حضرت اَنس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ فتح مکہ کے روز مکہ میں داخل ہوئے تو آپ کے سر مبارک پر خود تھا۔ جب آپ ﷺ نے اُسے اُتارا تو آپ کی خدمت میں ایک صحابی نے حاضر ہو کر عرض کیا کہ ابن خطل کعبہ کے

پردوں سے لپٹا ہوا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا اُسے قتل کر دو۔'' (بخاری:4035)
اِمام مالک کی رائے یہ ہے کہ آپ ﷺ اُس روز حالتِ اِحرام میں نہیں تھے۔

☆ ''حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: کعب بن اَشرف کو کون سنبھالے گا۔ حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: کیا آپ چاہتے ہیں کہ میں اُسے قتل کر دُوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں۔ اُنھوں عرض کیا کہ مجھے اِجازت دیجیے کہ میں (اُسے اعتماد میں لینے کی خاطر اُس سے کچھ) خلافِ حقیقت باتیں کرسکوں، آپ ﷺ نے فرمایا اِجازت ہے۔'' (بخاری:3023)

☆ ''حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اَللہ کے رسول ﷺ نے ایک یہودی اَبورَافع کو قتل کرنے کے لیے اَنصار میں سے کچھ لوگوں کو بھیجا۔ عبداللہ بن عتیق کو اُن لوگوں کا سربراہ مقرر کیا گیا تھا، اَبورَافع رسول اللہ ﷺ کی دِل آزاری کیا کرتا تھا۔ اِس کے ساتھ ساتھ وہ رسولِ خدا کے دُشمنوں کی بھی آپ ﷺ کے خلاف مدد کیا کرتا تھا۔ وہ سرزمین حجاز پر موجود اپنے قلعے میں رہتا تھا۔ جب وہ لوگ قلعہ کے قریب پہنچے اُس وقت سورج غروب ہو چکا تھا اَور لوگ اپنے مویشیوں کو واپس اپنے گھروں کی طرف لا رہے تھے۔ حضرت عبداللہ (بن عتیق) نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ اپنی جگہ پر بیٹھ جائیں، میں جا کر قلعہ کے گیٹ پر موجود چوکیدار سے ایک چال چلنے کی کوشش کرتا ہوں تاکہ میں قلعے میں داخل ہوسکوں۔ پس عبداللہ قلعہ کی طرف چل دیے اَور جب وہ قلعہ کے دروازے پر پہنچے تو اُنہوں نے خود کو کپڑے سے ڈھانپ لیا اُنہوں نے ایسے ظاہر کیا جیسے وہ قدرت کے کسی بُلاوے کا جواب دے رہے ہیں۔ لوگ اَندر جا چکے تھے اَور چوکیدار (جو عبداللہ کو قلعہ کا خادم سمجھ رہا تھا) نے اُسے مخاطب کرتے ہوئے کہا : ''اے اللہ کے بندے! اگر تم اَندر آنا چاہتے ہو تو آجاؤ کیونکہ میں دروازہ بند کرنا چاہتا ہوں۔''

عبداللہ بن عتیق اپنی روایت کو آگے بڑھاتے ہوئے کہتے ہیں ''پس میں اَندر چلا گیا اَور

خود کو چھپا لیا، جب لوگ اَندر آ گئے تو چوکیدار نے دروازہ بند کر دیا اَور چابیاں لکڑی کے کھونٹے سے لٹکا دیں۔ میں نے اُٹھ کر چابیاں اُٹھا لیں اَور دروازہ کھول دیا، کچھ لوگ رات گئے تک اَبورَافع کے کمرے میں اُس کے ساتھ خوش گپیوں میں مصروف رہے۔

جب یہ خوش گپیاں ختم ہوئیں اَور اُس کے ساتھی چلے گئے تو میں اُس کی طرف آیا۔ میں نے اُس کا دروازہ کھولا اَور پھر اِسے اَندر سے بند کر لیا۔ میں نے سوچا کہ لوگوں کو اگر میرا پتہ چل بھی جائے تو مجھے اُس وقت پکڑا نہیں جانا چاہیے جب تک اُس کو قتل نہ کر دُوں۔ میں اُس تک پہنچا تو وہ ایک اَندھیرے کمرے میں اہلِ خانہ کے درمیان سو رہا تھا، میں اُسے پہچان نہیں سکتا تھا لہٰذا میں نے اُسے پکارا ''اَے اَبورَافع'' وہ فورًا بولا ''کون ہو تم''، میں آواز کی سمت بڑھا اَور اُس پر تلوار سے حملہ کر دیا۔ بے یقینی کی صورتحال کے سبب میں اُسے قتل نہ کر سکا، لہٰذا باہر آ کر ایک لمحہ بعد ہی میں نے پکارا ''اَبورَافع ! یہ آوازیں کیسی تھیں؟'' اُس نے کہا ''تمہاری ماں تمہیں روئے یہاں کوئی گھس آیا ہے اُس نے مجھ پر تلوار سے حملہ کیا ہے۔'' اِس بار میں تیار تھا، آواز کی سمت زوردَار حملہ کیا مگر اُسے مار نہیں سکا۔ میں نے تلوار کی نوک اُس کے پیٹ پر رکھ کر اِتنی زور سے دبائی کہ اُس کی پشت سے جا ٹکرائی۔ میں سمجھ گیا کہ یہ مارا جا چکا۔

میں نے ایک ایک کر کے دروازے کھولے اَور سیڑھیوں تک جا پہنچا، میں سمجھا میں زمین پر پہنچ گیا ہوں۔ میں نے قدم باہر رکھا تو نیچے گر پڑا اَور میری ٹانگ ٹوٹ گئی۔ میں نے اِسے پگڑی سے باندھا اَور اُس وقت تک چلتا رہا جب تک گیٹ پر نہیں پہنچ گیا۔ میں نے فیصلہ کیا کہ اُس وقت تک باہر نہیں جاؤں گا جب تک کہ مجھے اُس کی موت کی خبر نہیں مل جاتی۔ صبح جب مرغ اَذان دے رہے تھے تو وہاں کے اعلان کرنے والے نے دیوار پر چڑھ کر اعلان کیا کہ ''میں حجاج کے تاجر اَبورَافع کی موت کا اعلان کرتا ہوں'' یہ سن کر میں باہر اپنے ساتھیوں کے پاس آیا اَور کہا کہ اَب ہمیں خود کو محفوظ کر لینا چاہیے لہٰذا ہم وہاں سے چل پڑے اَور رسول اللہ ﷺ کے پاس پہنچ گئے۔

ہم نے آپ ﷺ کو پوری داستان سنائی، آپ نے فرمایا اپنی ٹوٹی ہوئی ٹانگ باہر نکالو، میں نے ٹانگ باہر نکالی آپ نے اِس پر ہاتھ پھیرا تو وہ ایسے ہوگئی جیسے ٹوٹی ہی نہ ہو۔'' (بخاری 3813)

☆ ''عمیر ابن اُمیہ سے روایت ہے کہ اُن کی ایک بہن مشرکہ تھی، وہ آپ ﷺ کو ستاتی رہتی تھی۔ جب وہ رسول اللہ ﷺ سے ملنے جاتے تو وہ آپ ﷺ کے متعلق توہین آمیز کلمات کہتی، ایک دِن اُنہوں نے اِسے مار ڈالا۔ اُس کے بیٹوں نے کہا کہ وہ قاتل کو جانتے ہیں۔ عمیر نے سوچا کہ وہ کسی اَور بے گناہ کو قتل نہ کردیں، لہٰذا وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس گئے اَور سارا معاملہ بیان کردیا۔ آپ ﷺ نے سوال کیا ''تم نے اپنی بہن کو قتل کردیا؟'' اُنہوں نے کہا ''جی ہاں'' آپ ﷺ نے پوچھا ''کیوں؟ اِنہوں نے کہا: ''وہ میرے اَور آپ ﷺ کے تعلق کو نقصان پہنچا رہی تھی۔'' آپ ﷺ نے مقتولہ کے بیٹوں کو بُلایا اَور قاتل کے بارے میں دریافت کیا اُنہوں نے کسی اَور کا نام لیا۔ تب آپ نے اُنہیں اَصل صورتِ حال بتائی اَور اِس قتل کو رائیگاں قرار دیا (یعنی یہ قتل جائز تھا اِس کا بدلہ نہیں ہوگا)۔'' (مجمع الزوائد و منبع الفوائد ج ۵ ص ۲۶۰)

☆ ''حضرت اِسحاق بن اِبراہیم، عبداللہ بن محمد، سفیان بن عیینہ اَور حضرت عمرو نے حضرت جابرؓ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کعب بن اَشرف کو کون قتل کرے گا اُس نے اَللہ کے نبی کو ستایا ہے۔ حضرت محمد بن مسلمہ نے کہا: یارسول اللہ ﷺ کیا آپ چاہتے ہیں کہ میں اُسے قتل کردُوں۔ آپ نے فرمایا ''ہاں'' اَور پھر اُنہوں نے اُسے مار ڈالا۔'' (صحیح مسلم کتاب الجہاد 2158)۔

(جاری ہے)

علم و عرفان کا بحر بیکراں

شیخ الحدیث حضرت مولانا مفتی شمس الدین صاحبؒ

﴿ مولانا محفوظ الرحمٰن صاحب شمسی، نگراں تعلیمات جامعہ عربیہ مفتاح العلوم حیدرآباد ﴾

جامعہ عربیہ مفتاح العلوم حیدرآباد کے مہتمم، چمنستان معرفت کے گل سرسبز اَور علم و حکمت کے آفتاب جامع الشریعت، مخدوم العلماء و اُستاذ العلماء، یادگار اَسلاف، فاضل دارُالعلوم دیوبند، شیخ العرب والعجم حضرت اَقدس مولانا سیّد حسین اَحمد صاحب مدنی رحمہ اللہ کے شاگرد خاص مفتی اعظم سندھ میرے والد ماجد، مرشدی و اُستاذی حضرت مولانا مفتی شمس الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی وفاتِ اَلمناک کا لکھتے ہوئے کلیجہ منہ کو آتا ہے اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّااِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ .

وہ نور کا مینار تھے جو چلے گئے، وہ علم و عرفان کا بحر بیکراں تھے جو ہم کو روتا چھوڑ کر چلے گئے، آج ہم دورِ حاضر کے ایک عظیم محقق، عظیم مدقق، عظیم مفتی اَور عظیم اُستاذ سے محروم ہوگئے۔ وہ صفات کمال و جمال کے مرقع تھے جن کی مثیل و نظیر ہمیں کہیں نہ ملے گی۔ اَبو جی کی سادگی ہی قرونِ اُولیٰ کی مثال اَور سیدنا حضور نبی کریم ﷺ کے قول "المومن غر کریم" کے مصداق تھے، علم و فضل میں بقراط و سقراط تھے۔ دِلنشین اَنداز تدریس کے حامل اُستاذ آج ہمیں بحرِ تحیر میں چھوڑ کر راہی جنت ہوئے، آپؒ کے فتاوی نہایت تحقیق و تدقیق کے حامل ہوا کرتے تھے وہ مسند افتاد کی زینت تھے۔

علم و حکمت کے روشن و منوّر آفتاب میرے والد ماجد ۱۹۲۱ھ میں ضلع ہری پور ہزارہ کی ایک بستی اَنورہ کے دیندار گھرانے میں رحمت اللہ ولد ہدایت اللہ کے گھر پیدا ہوئے۔ اَبھی آپ کی عمر مبارک تین سال کی ہی تھی کہ آپ کے والد گرامی فوت ہوگئے، ایک موقع پر مجھے فرمانے لگے کہ "میرا اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی سرپرست نہ تھا اَور نہ کوئی معاون، اللہ رب العزت خود کہاں سے کہاں لے گیا۔"

آپؒ نے اِنتہائی شوق لگن اَور سخت محنت و جد و جہد سے علم دین حاصل کیا یہاں تک کہ آپ کا یہ شوق آپ کو دارُالعلوم دیوبند تک لے گیا اَور آپؒ نے شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سیّد حسین احمد مدنی رحمہ اللہ

کی شرفِ شاگردگی حاصل کی اَور اُن کے خاص شاگردوں میں شامل ہوگئے اَور اِس طرح اَللہ رب العزت نے آپ کو اِس عظیم صحبت وتربیت کی بدولت تقوی، للّٰہیت اَور سادگی کی خصوصیت سے سرفراز کیا۔

صرف ونحو کی تعلیم مشہور عالم دین ''انی والا باب'' کے ہاں انی میں پڑھیں اَور شیخ الحدیث والتفسیر حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب (واہ ضلع راولپنڈی) فاضل دارالعلوم عالیہ رامپور اِنڈیا جو کہ آپ کے خسر تھے کے یہاں و دیگر مدارس میں مختلف کتابیں پڑھیں، بعد اَزاں دورہ حدیث شریف کے لیے دارُالعلوم دیوبند تشریف لے گئے اَور ۱۹۴۷ء میں صحاحِ ستہ کی تکمیل کے بعد دورۂ حدیث کا اِمتحان پاس کیا۔

دارُالعلوم دیوبند میں آپ کے اَساتذۂ کرام اَکابر علماءِ کرام تھے جن میں شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سیّد حسین احمد مدنیؒ، مولانا اعزاز علی دیوبندیؒ، حضرت مولانا قاری محمد طیب قاسمیؒ، حضرت مولانا فخر الحسن مرادآبادی، شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحقؒ دارُالعلوم حقانیہ اَکوڑہ خٹک، مولانا عبدالخالق ملتانیؒ وغیرہ شامل تھے۔

فراغت کے بعد آپؒ نے اپنی تدریسی زندگی کا باقاعدہ آغاز بھیرہ ضلع سرگودھا سے کیا اَور اُس کے بعد ۱۳۶۸ھ میں حافظ الحدیث والقرآن حضرت مولانا محمد عبداللہ صاحب درخواستیؒ کے حکم پر جامع الشریعت والطریقت حضرت مولانا محمد عبداللہ صاحب بہلویؒ کے مدرسے میں تدریس کے لیے تشریف لے گئے جہاں حضرت مولانا محمد عبداللہ صاحب بہلویؒ نے ''بہلی'' میں قائم تعلیمی نظام آپ کے سپرد کردیا جس کا تذکرہ جناب ماسٹر محمد عمرؒ آف جوناگڑھ کی تالیف ''اَنوارِ بہلویہ'' کے صفحہ نمبر ۲۵ پر اِن تحسینی الفاظ کے ساتھ موجود ہے۔ ''۱۳۶۸ھ میں ایک متبحر عالم مولانا شمس الدین صاحب کو رکھ کر آپ نے (حضرت مولانا محمد عبداللہ بہلویؒ) بوجہ ضعیفی سبکدوش ہوکر اپنی زیرِ نگرانی مدرسہ کے کام کو جاری رکھا۔''

بعد اَزاں حافظ الحدیث والقرآن حضرت مولانا محمد عبداللہ صاحب درخواستیؒ، حضرت مولانا محمد عبداللہ صاحب بہلویؒ کو یہ کہہ کر جامعہ مخزن العلوم خانپور لے آئے کہ میں اپنی امانت واپس لے کر جارہا ہوں حضرت درخواستیؒ نے جامعہ مخزن العلوم کا آپ کو صدر مدرس اَور منتظم بنایا جہاں آپ نے چھ سال تک بحیثیت صدر مدرس اَور منتظم بھی اپنی ذمہ داریوں کو اِنتہائی اَحسن طریقے سے نبھایا جس کا ذکر حضرت درخواستیؒ اکثر کیا کرتے تھے۔

پھر حضرت مولانا محمد عبداللہ صاحب درخواستیؒ نے آپ کی تشکیل جامعہ عربیہ مفتاح العلوم حیدر آباد کے لیے کردی جہاں آپؒ نے نصف صدی سے زائد عرصہ پر محیط دینی خدمات اَور ذمّہ داریوں کو تادمِ آخر اَحسن طریقہ سے نبھایا۔

والد گرامیؒ نے خدمت دین کو خالص اللہ تعالیٰ کے لیے مطمعِ نظر بنائے رکھا، اُن کے ہر دینی عمل میں خلوص اَور للّٰہیت رہی، اُنہوں نے کبھی نمود و نمائش کے لیے دین کی خدمت اَنجام نہیں دی، اِنکساری و تواضع، عاجزی اَور فروتنی اُن کا اِمتیازی نشان رہی، اُنہوں نے اپنے آپ کو کبھی مسعود خلائق نہیں بنایا، کبھی عوام سے سجدے نہیں کرائے، نہ دست بوس اَور قدم بوسی کی عوام سے اُمید رکھی، نہ محراب و منبر پر خفیف الحرکاتی کا شیوہ رہا۔

حضرت اَقدس والد گرامیؒ کی فنائیت و بے نفسی کے متعلق میرا ذاتی مشاہدہ ہے کہ کبھی آپؒ نے ایک کلمہ بھی ایسا نہیں فرمایا جس میں اپنی تعریف کی بو آتی ہو، حبِّ جاہ کا یہاں سر کٹا ہوا تھا، آپ کے کلمات کی سر بلندی کی ایک شان سادگی و اِنکساری تھی، کسی نئے آنے والے کے لیے یہ اَندازہ لگانا مشکل تھا کہ آپ ایک اِتنے بڑے متبحّر عالم و عظیم مفتی ہیں۔

حضرت والد گرامیؒ کی نصف صدی سے زائد عرصہ پر محیط دینی خدمات اُن کی زندگی کا روشن اَور تابناک باب ہے اَور اُن کے ہزاروں شاگردان کے لیے صدقہ جاریہ ہیں۔ آپؒ کے ممتاز شاگردوں میں اُستاذ العلماء شیخ التفسیر والحدیث حضرت مولانا منظور اَحمد صاحب نعمانی ظاہر پیر، حضرت مولانا میاں مسعود احمد صاحب دین پوری، مولانا عبدالشکور صاحب دین پوریؒ، سینیٹر حضرت مولانا عبدالغفور صاحب حیدری (مرکزی سیکریٹری جنرل جمعیت علماءِ اِسلام پاکستان)، حضرت مولانا حافظ حسین اَحمد صاحب شرودی سابق صوبائی وزیر بلدیات بلوچستان، حضرت مولانا عبدالقادر صاحب آزادؒ سابق خطیب بادشاہی مسجد لاہور، حضرت مولانا فداء الرحمٰن صاحب درخواستی، حضرت مولانا عبدالباقی صاحب آف بلوچستان، حضرت مولانا عبدالرشید خلیق صاحب آف لاہور جیسے جید اَور بزرگ علماء کرام شامل ہیں جبکہ ملک کے ممتاز عالم دین وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے صدر شیخ الحدیث حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب اَور مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی ولی حسن صاحب ٹونکیؒ آپ کے ہم درس اَور رُفقاء میں سے تھے، یہ اِس دَور کا اَلمیہ ہے کہ علمی شخصیات رفتہ رفتہ

رُخصت ہوتی جارہی ہیں اَور اُن کی جگہ لینے والے اَفراد خال خال ہیں۔

جان کر منجملہ خاصانِ میخانہ تجھے
مدتوں رویا کریں گے جام و پیمانہ تجھے

بالآخر علم وحکمت کے آفتاب ماہتاب علوم نبوت نے مورخہ ۱۹ر ربیع الاوّل ۱۴۳۲ھ مطابق ۲۳رفروری ۲۰۱۱ء بروز بدھ دَاعی اَجل کو لبیک کہا اَور کلمہ طیبہ کا وِرد کرتے ہوئے بقضائے اِلٰہی مسکراتے ہوئے اَبدی سفر پر روانہ ہوگئے اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ. وفات کے بعد آپؒ کے چہرہ اَنور سے خاص اَنوار نظر آئے، آپؒ کے چہرہ اَنور سے ایسے معلوم ہوتا تھا جیسے آپ لقاءِ محبوب کے اِشتیاق میں مسکرار ہے ہیں۔

وقت جنازہ انبوہ کثیر تا حد نظر تھا۔ ہزاروں اَفراد نے جنازے میں شرکت کی، قطار دَر قطار لوگ صفیں باندھے کھڑے تھے، کراچی اَور اَندرونِ سندھ سے ہزاروں اَفراد جن میں جید علماءِ کرام، مفتیانِ عظام، مشائخ کرام، مختلف مدارس کے مہتممین، دینی مدارس کے طلباء، مذہبی، سیاسی وسماجی شخصیات نے شرکت کی، حیدرآباد کی تاریخ میں آپ کے جنازہ سے بڑھ کر کوئی جنازہ نہیں دیکھا گیا۔ سفید پوشاک اَوڑھے جب قدسیانِ اَرضی کے کندھوں پر آپؒ اپنا آخری سفر کر رہے تھے اَور ہزاروں عقیدت مند سسکیوں اَور آہوں کے ساتھ ماہتاب علمِ نبوت علیہ السلام کو اَلوداع اَلوداع کہہ رہے تھے تو عالم بالا میں لاکھوں قدسیان سماوی مرحبا مرحبا کہہ رہے تھے۔ آپؒ کی نمازِ جنازہ آپ کے برادر نسبتی فاضل مدینہ یونیورسٹی حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب مدنی نے پڑھائی، آپ کو ہزاروں آہوں اَور سسکیوں کے ساتھ سپردِ خاک کر دیا گیا۔ اَللہ تعالیٰ آپؒ کی برکات تا قیامت پورے عالمِ اِسلام پر جاری وساری رکھے، آمین۔

اک آسرا تھا دید کا باقی سو مٹ گیا
سنتے ہیں روزن دیوار کر دیا

دینی مسائل

﴿ وقف کا بیان ﴾

وقف مسجد کے دیگر اَحکام :

مسئلہ : اگر اُس زمین کو جو مسجد کی تعمیر کے واسطے خریدی تھی اَبھی وقف نہیں کیا تھا تو اُس کو فروخت کر کے مسجد کے لیے کوئی دُوسری زمین خرید سکتے ہیں اَور اگر نئی مسجد کی تعمیر کا اِرادہ ختم ہو جائے تو اُس قیمت کو کسی اَور مسجد کی تعمیر میں صرف کر سکتے ہیں۔ البتہ اگر مسجد کی کمیٹی یا اِنتظامیہ نے کسی جگہ مسجد بنانے کی نیت سے چندہ کی رقم سے کوئی جگہ خرید کر قبضہ کر لی ہو تو اُس کو تبدیل نہیں کر سکتے۔

مسئلہ : جو روپیہ کسی خاص مسجد کی تعمیر کے لیے ہو اَور وہ مسجد تعمیر نہ ہو تو دُوسری مسجد میں وہ روپیہ صرف کر سکتے ہیں۔

مسئلہ : مسجد کے چندہ سے کسی مسجد کو عمدہ بنانے کی غرض سے منہدم کرنا جائز نہیں جب تک کہ اُس کے گر جانے کا خطرہ نہ ہو۔ اَور اگر منہدم ہو جانے کا خطرہ ہو تو اُس کا گرا دینا جائز ہے اَلبتہ اگر اہلِ محلّہ اپنے ذاتی مال سے قابلِ اِستعمال مسجد کو گرا کر زیادہ مضبوط اَور عمدہ مسجد بنائیں تو جائز ہے۔

مسئلہ : اگر کوئی مسجد اِس طرح بنائی کہ نیچے دُکانیں یا تہہ خانہ وغیرہ بنا کر اُن کی چھت پر مسجد کا صحن یا مسجد کی کوئی عمارت ہے تو یہ اِس شرط پر جائز ہے کہ نیچے کی دُکانیں مسجد کی طرف وقف ہوں اَور اُن کی آمدنی مسجد کے مصالح میں صرف ہو اَور اِسی طرح یہ بھی جائز ہے کہ مسجد کی چھت پر کوئی مکان مسجد کی مصالح کی غرض سے مثلاً اِمام کی رہائش کے لیے بنا دیا جائے۔ اِن دونوں صورتوں میں اِس مسجد کی مسجدیت میں کوئی خلل نہ آئے گا۔

اِس صورت میں نیچے کی دُکانیں اَور اُوپر کا مکان وغیرہ مسجد میں داخل نہ ہوگا اَور اِسی بناء پر اُن کو کرایہ پر دینا، اُن میں تجارت کرنا، غسل کی حالت والے آدمی اَور حیض و نفاس والی عورت کا اِن میں داخل ہونا وغیرہ سب جائز ہوگا۔

تنبیہ : لیکن یہ یاد رکھنا چاہیے کہ یہ صورت صرف اُسی وقت ہو سکتی ہے کہ مسجد بنانے کے وقت بنانے والے پہلے ہی اُوپر کے مکان یا نیچے کے تہہ خانہ یا دُکان وغیرہ کو مسجد سے جدا قرار دے کر اُس کو کرایہ پر دینے یا اَور اُس کو مسجد پر وقف کرنے کی نیت کر لی ہو ورنہ اگر مسجد بنادی گئی تو پھر بعد میں اُس کے نیچے کوئی دُکان یا اُوپر کرایہ کے لیے مکان بنانا ہرگز جائز نہیں کیونکہ مسجد کے اُوپر آسمان تک اَور نیچے زمین کی اِنتہا تک سب کا سب قیامت تک کے لیے مسجد ہے۔ اِس میں کسی حصہ کو اَب مسجد سے علیحدہ نہیں کیا جا سکتا۔

مسئلہ : مسجد کے کسی حصہ کو مسجد سے علیحدہ کر کے کوئی اَور چیز بنانا ہرگز جائز نہیں اگرچہ مصالحِ مسجد کے متعلق ہوں مثلاً اِمام کے لیے مکان بنانا یا مسجد کے لیے وضوخانہ یا غسل خانہ بنانا۔ وہ جگہ قیامت تک مسجد ہی رہے گی۔ اگر کسی نے بنادی تو واجب ہے کہ اِس کو منہدم کر کے اِس جگہ کو مسجد میں شامل کر دے۔ اَلبتہ اگر مسجد بنانے کے وقت اَوّل ہی سے کوئی جگہ مصالحِ مسجد کے لیے علیحدہ کر لی جائے مثلاً مسجد کے اُوپر یا نیچے اِمام کے لیے مکان یا کرایہ کی دُکانیں بنادی جائیں تو جائز ہے۔ لیکن جب اَوّل تعمیر کے وقت مسجد بن گئی تو پھر اِس کا نکالنا مسجد سے جائز نہیں۔ اَور اگر یہ بھی کہے کہ میری نیت پہلے ہی سے اِس جگہ کو علیحدہ کرنے کی تھی تب بھی اِس کی بات مانی نہیں جائے گی۔

مسئلہ : مسجد کی دیوار پر اپنی مملوکہ دُکان یا مکان کی چھت کی کڑیاں یا گاڈر رکھنا درست نہیں۔

مسئلہ : عام راستہ اَور گزرگاہ ہو تو اُس کا کچھ حصہ مسجد میں شامل کرنا تین شرطوں سے جائز ہے :

(۱) وہ راستہ حکومت کی باقاعدہ منصوبہ بندی میں شامل نہ ہو۔

(۲) مسجد میں تنگی ہو۔

(۳) راستہ گزرنے والوں کا نقصان اَور حرج نہ ہو۔

مسئلہ : بستی میں صرف ایک مسجد ہو یا مسجدیں تو اَور بھی ہیں لیکن کوئی مسجد ایسی ہے جس کی ضرورت غیر معمولی ہے مثلاً مسجد حرام یا مسجد نبوی وغیرہ، ایسی مسجد میں توسیع نہایت ضروری ہو تو مسجد کے پڑوس میں جو زمین یا مکان یا دُکان ہو اُس کو قیمت کے عوض میں زبردستی بھی لے سکتے ہیں۔

مسئلہ : اگر کوئی مسجد ویران اَور منہدم ہو جائے اَور وہاں کوئی محلّہ بھی باقی نہ رہے جس سے اُس کی آبادی کی آئندہ توقع ہو بلکہ وہ محض مسمار پڑی ہو تو ایسی صورت میں بعض فقہاء نے اِس کی اِجازت دی ہے کہ

اُس مسجد کا سامان نقل کر کے دُوسری مسجد میں لگا دیا جائے اَور اُس جگہ کو محفوظ اَور محترم رکھا جائے اِس لیے کہ وہ قیامت تک مسجد ہی ہے۔ لیکن جمہور فقہاء کے نزدیک اُس وقت بھی اُس کا نقل کرنا جائز نہیں بلکہ مسلمانوں پر لازم ہے کہ اُس مسجد کی تعمیر کی کوشش کریں تاکہ اُس طرف گزرنے والے مسلمان اِس میں نماز پڑھا کریں۔

مسئلہ : حرام مال مسجد کے کاموں میں لگانا جائز نہیں خواہ وہ مسجد کے بیت الخلاء ہی ہوں۔

مسئلہ : مسجد کے کسی سامان کی ضرورت نہ رہے تو اگر توقع ہو کہ آئندہ اِس مسجد کے کام میں آسکے گا تو اُس کو محفوظ رکھا جائے اَور اگر آئندہ کام میں آنے کی توقع نہ ہو یا پڑے پڑے اُس کے ضائع ہونے کا اَندیشہ ہو تو اُس کو فروخت کر کے قیمت کو مسجد کے دُوسرے مصارف میں اِستعمال کیا جائے۔

مسئلہ : اگر کسی مسجد میں ضرورت سے زیادہ اِتنا مال جمع ہو جائے کہ آئندہ بھی اِتنے مال کی کبھی ضرورت نہ پڑے گی تو زائد مال کو دُوسری مساجد کی مرمت اَور ضروریات میں خرچ کیا جا سکتا ہے، مساجد کے علاوہ دیگر ضروریاتِ عامہ مثلاً مدارس اَور رفاہِ عام میں خرچ کرنا جائز نہیں۔

مسئلہ : مسجد کی دریاں وغیرہ رکھنے کے لیے چھوٹی سی کوٹھری بنالی جائے تو جائز ہے۔

مسئلہ : مسجد کی دری وغیرہ گھر میں یا حجرہ میں لے جانا جائز نہیں۔

مسئلہ : ایک مسجد کا سامان مثلاً لوٹے، صفیں، دریاں وغیرہ دُوسری مسجد میں عاریتاً لے جانا جائز نہیں۔

مسئلہ : مسجد کے دریابُرد ہونے کا خوف ہو تو اِس میں یہ تفصیل ہے :

(۱) اگر غالب گمان مسجد کے گرنے کا نہ ہو تو مسجد کو خود گرانا جائز نہیں۔

(۲) اگر غالب گمان مسجد کے گرنے کا ہو اَور خوف ہے کہ مسجد کے خود گرنے کے وقت مسجد کے ملبے کو منتقل کرنے کی قدرت نہ ہوگی تو اِس نیت اَور اعلان کے ساتھ خود گرا سکتے ہیں کہ اگر مسجد کی جگہ دریا برد ہوگئی تو اِس ملبہ سے نئی آبادی میں مسجد بنالیں گے اَور اگر جگہ سالم رہی تو پھر اَصلی جگہ میں دوبارہ تعمیر کر دیں گے۔

مسئلہ : چندہ دہندگان کی اِجازت سے مسجد کے روپے میں مسجد کے لیے تجارت کرنا جائز ہے۔

مسئلہ : مسجد میں جو جگہ نماز پڑھنے کے لیے مقرر ہے اُس میں کنواں کھودنا جائز نہیں اَلبتہ اگر پہلے

کھدا ہوا ہو تو اُس کو باقی رکھا جا سکتا ہے۔

مسجد کی ہیئت اَور شکل و صورت :

مسئلہ : (۱) منبر محراب میں دائیں طرف ہونا چاہیے۔ منبر کا تین درجہ کا ہونا مستحب ہے لیکن ضروری نہیں۔ تین درجے نہ ہوں کم و بیش ہوں اَور غرض حاصل ہو جائے کہ خطبہ اُونچی جگہ پر ہو تو اِس میں بھی کچھ حرج نہیں ہے۔

(۲) رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں مسجد کی چھت پر کچھ جگہ بلند کر دی گئی تھی جس پر کھڑے ہو کر اَذان کہی جاتی تھی پھر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور میں باقاعدہ مینار پر چڑھ کر اَذان دی گئی۔

(۳) مسجد میں محراب بھی صحابہ رضی اللہ عنہم کے دَور سے ثابت ہے۔

اِن تین باتوں کا حاصل یہ ہے کہ جہاں تک مسجد کے شرعی ہونے کا معاملہ ہے اُس میں تو کسی دِیوار اَور چھت کی بھی ضرورت نہیں، کھلی زمین بھی مسجد شرعی ہو جاتی ہے لیکن جب مسجد کی تعمیر کی جائے تو اُس کی ہیئت و شکل میں دو باتیں ضروری ہیں۔

1۔ وہ غیر مسلموں کی عبادت گاہوں کے مشابہ نہ ہو۔ کسی مسجد کی تعمیر مندر یا گرجے وغیرہ کی مخصوص شکل یا اُس کے مشابہ صورت میں کرنا بالکل حرام ہے۔ جو مسجد ایسی بنادی گئی ہو اُس کو توڑ کر اُس مشابہت کو دُور کرنا واجب ہے۔

2۔ مساجد کی معروف ہیئت و شکل پر جس کو عام لوگ دُور سے دیکھ کر ہی مسجد سمجھ جائیں، یہ اِس سے ہوگا کہ مسجد میں گنبد و مینار ہوں اَور محراب ہو۔

اگر کوئی مسجد دُوسری عمارتوں کے مشابہ بنادی گئی ہو تو اَصل تعمیر کو توڑے بغیر جس قدر اُس کو مساجد کے ہم شکل بنایا جا سکتا ہو وہ اِصلاح ضروری ہے۔

مسجد کے آداب و اَحکام :

تنبیہ : مسجد کی چھت تمام اَحکام میں مسجد کے برابر محترم ہے، اُس پر پیشاب یا پاخانہ کرنا اَور حائضہ و جنبی کا اِس میں داخل جائز نہیں۔

مسجد میں نقش و نگار بنانا :

مسئلہ : مسجد کی دِیواروں اَور چھت و فرش میں رنگ برنگ کے بیل بوٹے نکالنا جو نماز میں خیال کو منتشر کرتے ہوں مکروہ ہے اَور بالخصوص محراب میں اَور قبلہ کی دِیوار میں زیادہ مکروہ ہے۔

مسئلہ : بے حد زینت اَور گل کاریاں مذموم و مکروہ ہیں۔ اَلبتہ اگر گچ اَور چونے اَور سیمنٹ وغیرہ کے نقش بنالیے جائیں تو مضائقہ نہیں کیونکہ اِن چیزوں کا اپنا استعمال مسجد کی مضبوطی کے لیے ہوتا ہے لیکن اِس کا بھی ترک کرنا اَولیٰ ہے اَور اِس کے بجائے فقراء و مساکین پر مال خرچ کیا جائے۔

مسئلہ : چونے اَور گچ سیمنٹ وغیرہ کے بیل بوٹے بنوانا بھی اُس وقت جائز ہے جب بنوانے والا اُن کو اپنے مال سے بنوا رہا ہو۔ لیکن اگر وقف یا چندہ سے مسجد بنائی جاتی ہے تو جب تک وقف کرنے والا یا چندہ دینے والے اِس کی اِجازت نہ دیں اُس وقت تک ہرگز جائز نہیں اَور اگر مہتمم نے چندہ دہندگان کی اجازت کے بغیر بنائے تو تاوان دینا ہوگا۔

مسئلہ : مسجد کی دیواروں اَور محرابوں پر قرآن پاک کی آیتوں اَور سورتوں کا لکھنا بہتر نہیں ہے۔

مخیّر حضرات سے اَپیل

جامعہ مدنیہ جدید میں بحمد اللہ چار منزلہ دارُالاقامہ (ہوسٹل) کی تعمیر شروع ہو چکی ہے پہلی منزل پر ڈھائی کروڑ روپے کی لاگت کا تخمینہ ہے، مخیّر حضرات کو اِس کارِ خیر میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے کی دعوت دی جاتی ہے، اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔ (اِدارہ)

اَخبار الجامعہ

﴿ جامعہ مدنیہ جدید محمد آباد رائیونڈ روڈ لاہور ﴾

۲۷ر جمادی الثانی / یکم مئی کو جامعہ کے لیے پانی کا نیا بور شروع کرایا گیا اِس موقع پر بعد نمازِ مغرب سورہ یٰسین شریف کا ختم ہوا اَور شیخ الحدیث حضرت مولانا سیّد محمود میاں صاحب نے دُعا فرمائی۔

۶ر مئی کو شیخ الحدیث حضرت مولانا سیّد محمود میاں صاحب مولانا محمد مدنی صاحب کی دعوت پر ماہانہ درس حدیث دینے کے لیے جامعہ غوثیہ قادریہ اَوکاڑہ تشریف لے گئے جہاں آپ نے ختم نبوت کے موضوع پر درس دیا۔

۷ر مئی کو شیخ الحدیث حضرت مولانا سیّد محمود میاں صاحب نے جامعہ عثمانیہ للبنات بادامی باغ لاہور میں ختم قرآن کی تقریب میں شرکت کی اَور موجودہ نظامِ تعلیم کے حوالے سے بیان فرمایا۔

۹ر مئی کو شیخ الحدیث حضرت مولانا سیّد محمود میاں صاحب حاجی منیر صاحب کی دعوت پر اُن کے نئے گھر کی تعمیر مکمل ہونے پر پاجیاں تشریف لے گئے جہاں آپ نے نماز کے موضوع پر مختصر اَور جامع بیان فرمایا، بعد اَزاں اُن کے گھر کے لیے خیر و برکت کی دُعاء کی۔

۱۴ر مئی کو شیخ الحدیث حضرت مولانا سیّد محمود میاں صاحب جامعہ کے طالب علم بن یامین کی دعوت پر والٹن تشریف لے گئے جہاں آپ نے تفصیلی بیان فرمایا۔

۲۱ر مئی کو جمعیت علماء اِسلام کے نائب اَمیر دوم سینٹر حضرت مولانا گل نصیب خان صاحب شیخ الحدیث حضرت مولانا سیّد محمود میاں صاحب کی رہائشگاہ پر تشریف لائے دوپہر کا کھانا حضرت کے ساتھ تناول فرمایا، بعد اَز نمازِ ظہر حضرت مولانا گل نصیب خان صاحب نے جامعہ کے طلبہ سے اُمت کے اَندر اِتحاد و اِتفاق پیدا کرنے کے موضوع پر بیان فرمایا۔

۲۴ر مئی کو شیخ الحدیث حضرت مولانا سیّد محمود میاں صاحب جامعہ مفتوحہ للمسلمات اعوان ٹاؤن کی اِنتظامیہ کی دعوت پر ختم مشکوۃ اَور ختم بخاری کے لیے تشریف لے گئے۔

جامعہ مدنیہ جدید و مسجد حامدؒ
کی تعمیر میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیجیے

بانیٔ جامعہ حضرت اَقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحب رحمہ اللہ نے جامعہ مدنیہ کی وسیع پیمانے پر ترقی کے لیے محمد آباد موضع پاجیاں (رائیونڈ روڈ لاہور نزد چوک تبلیغی جلسہ گاہ) پر برلب ِسڑک جامعہ اور خانقاہ کے لیے تقریباً چوبیس ایکڑ رقبہ ۱۹۸۱ء میں خرید کیا تھا۔ جہاں الحمد للہ تعلیم اور تعمیر دونوں کام بڑے پیمانہ پر جاری ہیں۔ جامعہ اَور مسجد کی تکمیل محض اللہ تعالیٰ کے فضل اور اُس کی طرف سے توفیق عطاء کیے گئے اہلِ خیر حضرات کی دُعاؤں اور تعاون سے ہوگی۔ اِس مبارک کام میں آپ خود بھی خرچ کیجیے اَور اپنے عزیزو اَقارب کو بھی ترغیب دیجیے۔ ایک اَندازے کے مطابق مسجد میں ایک نمازی کی جگہ پر دس ہزار روپے لاگت آئے گی، حسبِ استطاعت زیادہ سے زیادہ نمازیوں کی جگہ بنوا کر صدقۂ جاریہ کا سامان فرمائیں۔

منجانب

سیّد محمود میاں مہتمم جامعہ مدنیہ جدید و اَراکین اَور خدام خانقاہِ حامدیہ

خطوط، عطیات اور چیک بھیجنے کے پتے

1۔ سیّد محمود میاں ''جامعہ مدنیہ جدید'' محمد آباد 19 کلومیٹر رائیونڈ روڈ لاہور

فون نمبر : 35330310 - 42 - 92+ - 35330311 - 42 - 92+

2۔ سیّد محمود میاں ''بیت الحمد'' نزد جامعہ مدنیہ کریم پارک راوی روڈ لاہور

فون نمبر : 37726702 - 42 - 92+ فیکس نمبر 37703662 - 42 - 92+

موبائل نمبر 4249301 - 333 - 92+ V فون نمبر : 36152120 - 42 - 92+

جامعہ مدنیہ جدید کا اکاؤنٹ نمبر 0-7915 مسلم کمرشل بینک کریم پارک برانچ (0954) لاہور (آن لائن)

مسجد حامد کا اکاؤنٹ نمبر 1-1046 مسلم کمرشل بینک کریم پارک برانچ (0954) لاہور (آن لائن)